بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۲۵۴

خلافت نمبر

شرح چندہ
سمندری ڈاک ۴۷ روپے
بیرون اسلامی ممالک ۳۷ "
ہوائی ڈاک کینیڈا وغیرہ ۲۶۲ "
انگلینڈ وغیرہ ۲۰۲ "
تار کا پتہ:- ڈیلی الفضل ربوہ

شرح چندہ
سالانہ ۲۶ روپے
ششماہی ۱۴ "
سہ ماہی ۸ "
ایک ماہ ۳ "
فی پرچہ ۱۲ پیسے
خطبہ نمبر سالانہ ۶ روپے
فون نمبر ۴۹

یوم سہ شنبہ

جلد ۵۴/۱۹ ‏ ۲۵ ہجرت ۱۳۴۴ ہش ‏ ۲۳ محرم ۱۳۸۵ھ ‏ ۲۵ مئی ۱۹۶۵ء ‏ نمبر ۱۱۶

یہ ایام خاص طور پر انابت اور دعاؤں کے ایام ہیں

محترم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب

مکرم صفدر جنگ صاحب ہمایوں نے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں تجویز ارسال کی تھی کہ پچھلے دنوں ہمارے وطن عزیز کے مشرقی حصہ میں ہولناک طوفان نے بہت نقصان پہنچایا ہے۔ اس کے علاوہ بھی پاکستان ان دنوں کئی قسم کی مشکلات سے دوچار ہے اور ہندوستان کی فوجیں ہماری سرحدوں پر کھڑی ہیں۔ اس لئے اِن دنوں خاص طور پر دعاؤں اور خشیت اور انابت الی اللہ کی ضرورت ہے تا اللہ تعالیٰ ہماری دعاؤں کو سنکر ہمارے پیارے وطن کو ہر قسم کی مصیبت شر اور خوف سے اپنی پناہ میں رکھے اور اس کا حافظ و ناصر ہو اور اس پر اپنے فضل کا سایہ رکھے۔

اس کے لئے صفدر جنگ صاحب نے یہ بھی تجویز کی تھی کہ اگر حضور پسند فرمائیں تو اس بات کی تحریک کی جائے کہ سب اہل پاکستان کم از کم ایک دن روزہ رکھیں اور خاص طور پر پاکستان کی سلامتی کے لئے دعائیں کریں اور روزہ کی وجہ سے جو ایک وقت کا کھانا بچے اس کی رقم مشرقی پاکستان کے مصیبت زدگان کے امدادی فنڈ میں داخل کرا دیں۔ خاص طور پر احمدی احباب کو اس کی تحریک کی جائے۔ خاکسار نے ان کی یہ تجویز حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے حضور پیش کی تو حضور نے اس تجویز کو پسند فرماتے ہوئے خاکسار کو ارشاد فرمایا کہ حضور کی طرف سے اس کا اعلان کر دوں کہ تمام احمدی جو طاقت رکھتے ہوں ۲۷ مئی بروز جمعرات روزہ رکھیں اور خاص طور پر اسلام کی سربلندی اور پاکستان کی سلامتی کے لئے دعائیں کریں۔ سو حضور کے ارشاد کے مطابق خاکسار جملہ احباب جماعت سے درخواست کرتا ہے کہ وہ جمعرات کو روزہ رکھیں اور دوسرے پاکستانی بھائیوں کو بھی اس کی تحریک کریں کیونکہ یہ دن دعاؤں پر زور دینے اور انابت الی اللہ کے دن ہیں۔

اس کے علاوہ خاکسار حضور کی منظوری سے خدام الاحمدیہ کو خصوصاً یہ تحریک کرتا ہے کہ وہ ۲۷ مئی کے علاوہ ۲۵ بھی کو بھی روزہ رکھیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ پاکستان اور اہل پاکستان پر عنایت کی نگاہ رکھے اور پاکستان کو قوت طاقت اور نیک نامی عطا فرمائے اور اس کی طاقت و قوت اسلام کے جھنڈے کو بلند کرنے اور دنیا میں امن و امان قائم کرنے میں صرف ہو۔

والسلام خاکسار:- مرزا رفیع احمد

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی صحت کے متعلق اطلاع

—۰ ربوہ ۲۴ مئی بوقت ½ ۷ بجے صبح

پرسوں اور کل حضور کی طبیعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہتر رہی۔ کل عصر کے بعد کچھ بےچینی کی تکلیف ہو گئی۔ اس وقت طبیعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے۔

احباب حضور کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے التزام سے دعائیں جاری رکھیں ٭

اخبار احمدیہ

—۰ ربوہ — مورخہ ۲۱ مئی کو یہاں نماز جمعہ محترم مولانا جلال الدین صاحب شمس نے پڑھائی۔ خطبہ میں آپ نے موجودہ نازک حالات اور بالخصوص مشرقی پاکستان کے حالیہ طوفان اور پی۔ آئی۔ اے کے طیارہ کے حادثہ کا ذکر کر کے ان ہر دو انتہائی دردناک قومی المیوں پر دلی غم و الم اور مرحومین کے پسماندگان کے ساتھ دلی ہمدردی اور تعزیت کا اظہار کیا اور احباب جماعت کو تلقین کی کہ وہ ان ایام میں پاکستان کی ترقی و استحکام اور سلامتی کے لئے خصوصیت سے دعائیں کریں۔ آپ نے فرمایا کہ اس ضمن میں پاکستان کے احمدی احباب پر خصوصی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ موجودہ نازک حالات میں اپنے وطن کی حفاظت اور اس کی ترقی و استحکام کے لئے چڑھ بڑھ کر قربانیاں کریں وہاں اللہ تعالیٰ کے حضور تضرع کے ساتھ دعائیں بھی مانگیں تا اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت پاکستان اور اہل پاکستان کے شامل حال ہو اور وہ طاقتور سے طاقتور ہو کر ہر طرح محفوظ و مامون ہو جائے آمین۔

مسعود احمد پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر الفضل دار الرحمت غربی ربوہ سے شائع کیا

روزنامہ الفضل ربوہ

مورخہ ۲۵ مئی ۱۹۶۵ء

اسلامی خلافت

اسلام میں خلافت سیدنا حضرت ابوبکرؓ سے شروع ہوئی اور حضرت علیؓ تک خلافت راشدہ کہلائی۔ اس کے بعد ایک حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو چھوڑ کر بادشاہوں کے پنجہ غصب میں گرفتار رہی۔ متذکرہ ہستیوں کے علاوہ کسی حکمران نے اگر خلافت کا خطاب اختیار کیا تو یہ محض غلط تھا۔ جہاں تک خلافت راشدہ کا تعلق ہے خلافت میں زمینی اور روحانی حکمرانی دونوں شامل ہیں۔ لیکن خلافت راشدہ کے علاوہ جن بادشاہوں نے خلافت کا خطاب اختیار کیا۔ نہ فی الواقعہ اور نہ خود ان کا یہ دعوےٰ کبھی ہوا ہے کہ وہ روحانی حکمران بھی ہیں۔ اس لئے حقیقت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت کے ساتھ ہی روحانی خلافت اور زمینی خلافت کا ارتباط ختم ہو گیا البتہ بنی امیہ کے خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ کی صورت میں اس نے برق کی چمک کی طرح تھوڑا سا جلوہ دکھایا۔ اور پھر یہ رابطہ کبھی نہیں ہو سکا۔ تمام خلیفہ کہلانے والے صرف زمینی حکمران چلے آئے ہیں۔ روحانی حکمرانی ان کے پاس کبھی نہیں رہی۔ یہاں تک کہ ۱۹۲۴ء میں ترکوں نے قبائے خلافت کو بالکل چاک کر دیا۔ اور آج تک کسی حکمران کو جرأت نہیں ہوئی کہ یہ لقب اختیار کرے۔ صرف ایک بادشاہ شاہ مصر نے یہ خیال ظاہر کیا۔ تو تمام اسلامی دنیا اس کے خلاف ہو گئی۔ چنانچہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

"جب خلافت ترکیہ کو ترکوں نے ختم کر دیا تو مصر کے بعض علماء نے بعض رازداروں کے قول کے مطابق شاہ مصر کے اشارہ سے ایک تحریک خلافت شروع کی۔ اور اس تحریک سے ان کا منشاء یہ تھا کہ شاہ مصر کو خلیفۃ المسلمین تصور کر لیا جائے اور اس طرح مصر کو دوسرے اسلامی ممالک پر فوقیت حاصل ہو جائے۔ سعودی عرب نے اس کی مخالفت شروع کی اور یہ پروپیگنڈہ شروع کر دیا۔ کہ یہ تحریک انگریزوں کی اٹھائی ہوئی ہے۔ اگر کوئی شخص خلافت کا مستحق ہے تو وہ سعودی عرب کا بادشاہ ہے۔ جہاں تک خلافت کا تعلق ہے وہ یقیناً ایک ایسا رشتہ ہے جس سے سب مسلمان اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ لیکن جب یہ خلافت کا لفظ کسی بادشاہ کے ساتھ مخصوص ہونے لگا تو دوسرے بادشاہوں نے فوراً تاڑ لیا کہ ہماری حکومت میں رخنہ ڈالا جاتا ہے۔ اور وہ مفید تحریک بیکار ہو کر رہ گئی۔" (احمدیت کا پیغام صفحہ ۲۴)

اصل بات یہ ہے کہ "قبائے خلافت" جو ترکوں نے مصر میں سلاطین عباسی خلیفہ سے۔ کہنا چاہیئے بزور طاقت حاصل کی تھی خلفائے راشدین کے روحانی حکم سے بالکل مبرا تھی۔ اور سچی بات یہ ہے کہ روحانی حکم ہی انبیاء علیہم السلام کی خلافت کی جان ہوتے ہیں مادی قوت صرف عارضی ہوتی ہے۔ یہ صرف بعض وقت ہی انبیاء علیہم السلام کے خلفاء کو ملتی ہے۔ اور صرف ایسے انبیاء علیہم السلام کے خلفاء کو ملتی ہے جو جلالی رنگ میں دنیا میں آتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں جن کے خلاف دشمن تلوار سے حملہ کرتے ہیں۔ صرف تلوار کا جواب تلوار کے لئے خلفائے انبیاء علیہم السلام کو دنیوی حکومت بھی دی جاتی ہے۔ ورنہ دراصل خلافت روحانی ہی ہوتی ہے۔ افسوس ہے کہ مسلمانوں نے حضرت علیؓ کے بعد صرف دنیوی طاقت ہی کو خلافت سمجھ لیا۔ اور حالانکہ بعد میں کسی خلیفہ کہلانے والے کو روحانی حکم کا ادعا نہیں رہا۔ مگر وہ خلافت کا لقب استعمال کرتا رہا۔ یہاں تک کہ ترکوں نے اس کو بھی ترک کر دیا۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب خلافت کا لقب بادشاہوں اور دنیوی حکمرانوں نے اپنا لیا تو روحانی خلافت کا کیا حال ہوا۔ اس کا جواب تاریخ اسلام یہ دیتی ہے کہ روحانی خلافت مجددین اور ائمہ اسلام کے پاس رہی۔ مگر انہوں نے دیدہ دانستہ خلافت کا لقب اختیار نہ کیا کیونکہ وہ ملک میں فساد برپا نہیں کرنا چاہتے رہے۔ اگر بعض علمائے حق کے بعد خود ان کے سلسلہ کی خلافت کا رواج رہا ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ لوگ خلافت کی روحانی خصوصیت کو بھی محسوس کرتے رہے ہیں۔

روحانی خلافت کو حدیث میں خلافت علیٰ منہاج نبوت بھی کہا گیا ہے۔ خلفائے راشدین کے بعد خلافت علیٰ منہاج نبوت عام مسلمانوں کے نزدیک ابھی تک پھر برپا نہیں ہوئی جیسا کہ حدیث سے واضح ہوتا ہے تاہم اس بات کو سب مانتے ہیں کہ خلافت علیٰ منہاج نبوت کا یہی زمانہ ہے۔ مگر سوائے جماعت احمدیہ کے عملاً اس کو کوئی نہیں مانتا۔

ہم نے اوپر عرض کیا ہے خلافت کا لقب بادشاہوں نے اپنا لیا تھا۔ اس لئے روحانی خلفاء نے اس لفظ کو استعمال نہیں کیا مگر ۱۹۲۴ء کے بعد یہ روک بالکل ہٹ گئی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ روحانی خلافت یعنی خلافت علیٰ منہاج نبوت دوبارہ قائم ہو گئی ہے۔ اور اب اللہ تعالےٰ نے نہ چاہا کہ بادشاہ اس لقب کے اختیار کرنے میں روحانی خلفاء کے راستہ کی روک بنیں۔ اس لئے ضروری ہوا کہ ترکوں نے خلافت کے لقب سے ہی اپنے تئیں الگ کر لیا۔ اب حقیقی روحانی خلافت قائم ہو چکی ہے۔ یہ خلافت سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ قائم ہوئی ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

وعد اللہ الذین اٰمنوا
منکم وعملوا الصالحات
لیستخلفنھم فی الارض
کما استخلف الذین من
قبلھم ولیمکنن لھم
دینھم الذی ارتضیٰ لھم
ولیبدلنھم من بعد
خوفھم امنا۔ یعبدوننی
لا یشرکون بی شیئا۔
ومن کفر بعد ذالک
فاولئک ھم الفاسقون۔

(سورہ نور آیت ۵۶)

اللہ تعالےٰ نے تم میں سے ایمان لانے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کو زمین میں خلیفہ بنا دے گا جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنا دیا تھا اور جو دین اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے۔ وہ ان کے لئے اسے مضبوطی سے قائم کر دے گا اور ان کے خوف کی حالت کے بعد وہ ان کے لئے امن کی حالت تبدیل کر دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے (اور) کسی چیز کو میرا شریک نہیں بنائیں گے۔ اور جو لوگ اس کے بعد بھی انکار کریں گے۔ وہ نافرمانوں میں سے قرار دیئے جائیں گے۔

اس سے واضح ہے کہ اللہ تعالےٰ کا مسلمانوں سے یہ وعدہ ہے کہ اگر تم مناسب اعمال بجا لاؤ گے۔ تو پہلوں کی طرح تم کو بھی زمین میں خلافت عطا کی جائے گی۔ مادی اور روحانی دونوں قسم کی خلافت اس میں شامل ہے۔ لیکن اس آیت کریمہ پر غور کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ خلافت پہلے دینی اور روحانی رنگ ہی میں قائم ہوتی ہے۔ اور یہ اسی وقت ملتی ہے جب انسان اسلامی نیک اعمال بجا لاتے ہیں۔ ایک دو نہیں بلکہ جب اکثر لوگ نیک اعمال بجا لانے لگتے ہیں تو مادی حکم بھی ان کو عطا کیا جاتا ہے۔ اور جس خوف میں وہ مبتلا ہوتے ہیں۔ وہ دور کر دیا جاتا ہے۔ اور ایسی خلافت اسی وقت تک جاری رہتی ہے۔ جب تک اللہ تعالےٰ کی عبادت بلا شرکت غیرے جاری رہتی ہے اور اگر لوگ خلافت کے منکر ہو جائیں تو پھر یہ رحمت ان سے اٹھالی جاتی ہے۔ کیونکہ فاسقوں کو خلافت نہیں دی جاتی۔

اس سے ثابت ہے کہ خلافت مادی ہو یا روحانی نیک اعمال کے انعام کے طور پر عطا ہوتی ہے۔ مسلمانوں نے جب حکمرانی اور شوکت دنیا کو اپنا مطمح نظر بنا لیا تو ہر قسم کی خلافت سے ان کو محروم کر دیا گیا۔ محض خلافت کا نام ان کے پاس رہ گیا۔ اس نام میں جو رحمت اور برکت ہے وہ اس سے الگ کر دی جائے گی۔ چنانچہ آپ تاریخ کا مطالعہ کر کے دیکھ سکتے ہیں کہ خلافت راشدہ کے بعد خلافت صرف نام کی رہ گئی ورنہ خلفاء کے تمام طور و طریق دنیوی بادشاہوں کے سے ہو گئے۔ البتہ علمائے حق۔ مجددین اور ائمہ دین انہیں سیدھے راستہ پر قائم رکھنے کی کوشش کرتے رہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ ان اللہ کے بندوں نے اپنا فرض خوب ادا کیا اور بڑے بڑے باجبروت بادشاہ ان کے سامنے ہیچ نظر آتے ہیں بلکہ بعض دفعہ تو بڑے بڑے بادشاہ مثلاً ہارون رشید جیسے خلفاء علمائے حق کا قبول عام دیکھ کر رشک کرتے تھے۔ یہ کوئی ایک مثال نہیں ہے بلکہ تاریخ اسلام علمائے حق کے کارناموں سے بھری ہوئی ہے اور ایسے بادشاہوں کے تذکروں سے بھرپور ہے جنہوں نے اپنی حکومتیں علمائے حق کے ایک ایک اشارے پر ان کے پاؤں پر ڈال دیں۔

★————★

خلافت کے بغیر کبھی وحدت نہیں ہو سکتی اور وحدت کے بغیر ترقی ممکن نہیں

خلافت روحانی ترقی کا ایک عظیم الشان ذریعہ ہے

آج سے چوالیس سال قبل سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی ایک اہم تقریر

میرے نزدیک یہ مسئلہ اسلام کے ایک حصہ کی جان ہے۔ مختلف حصوں میں مذہب کا عملی کام منقسم ہوتا ہے۔ یہ مسئلہ جس حصہ مذہب سے تعلق رکھتا ہے وہ وحدت قومی ہے۔ کوئی جماعت کوئی قوم اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتی۔ جب تک ایک رنگ کی اس میں وحدت نہ پائی جائے۔ مسلمانوں نے قومی لحاظ سے تنزل ہی اس وقت کیا ہے جب ان میں خلافت نہ رہی۔ جب خلافت نہ رہی تو وحدت نہ رہی اور جب وحدت نہ رہی تو ترقی رک گئی اور تنزل شروع ہو گیا۔ کیونکہ خلافت کے بغیر وحدت نہیں ہو سکتی۔ اور وحدت کے بغیر ترقی نہیں ہو سکتی۔ ترقی وحدت کے ذریعہ ہی ہو سکتی ہے۔

جیسا کہ میں نے بتایا تھا سورۂ نور میں اسلام کی اور انسان کی روحانی ترقیات کے ذرائع کا ذکر ہے۔ ان ذرائع میں سے بعض کا تو پہلے ذکر آ چکا ہے۔ اور ایک ذریعہ اس آیت میں بیان کیا گیا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم

وعدہ فرمایا ہے اللہ نے ان لوگوں میں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور اعمال صالح کئے (اور یہ وعدہ معمولی نہیں بلکہ خدا تعالیٰ نے اپنی ذات کی قسم کھا کر فرمایا ہے) کہ ان کو ضرور ضرور خلیفہ بنائے گا اس زمین میں جیسا کہ اس نے خلیفہ بنایا تم سے پہلوں کو۔

اس میں بتایا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ نے مومنوں سے یہ وعدہ کیا ہے۔ آگے اس وعدہ کی خصوصیات بیان فرماتا ہے۔

ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم

وہ ضرور قائم کر دے گا ثابت کر دے گا ان کے لئے ان کے دین کو جو ان کے لئے پسند کیا گیا۔

یہ ایک سلوک ہے دوسرا سلوک ان سے یہ کرے گا کہ ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا اور خوف کے بعد امن سے ان کی حالت بدل دے گا۔

اس کا نتیجہ کیا ہو گا۔ فرماتا ہے یہ کہ یعبدوننی لا یشرکون بی شیئاً وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے۔

آگے فرماتا ہے یہ تمہارے لئے اتنا بڑا انعام ہے کہ ومن کفر بعد ذالک فاولٰئک ھم الفاسقون جو اس کی قدر نہ کرے گا وہ ہمارے دفتر سے کاٹ دیا جائے گا۔

یہ اس قدر سخت وعید ہے کہ پچھلے کسی وعدہ کی ناقدری کے متعلق ایسی وعید نہیں رکھی گئی۔

اس زمانہ میں بدقسمتی سے بعض لوگوں نے خلافت سے اختلاف کیا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ خلافت کا سلسلہ حکومت سے تعلق رکھتا ہے۔ حالانکہ یہاں اللہ تعالیٰ نے زور دیا ہے۔ حالانکہ یہاں اللہ تعالیٰ نے جتنا زور دیا ہے مذہب پر ہی دیا ہے وعد اللہ الذین منکم ایک بات وعملوا الصالحات دوسری بات ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم تیسری بات۔ یعبدوننی لا یشرکون بی شیئاً چوتھی بات۔ ومن کفر بعد ذالک فاولٰئک ھم الفاسقون پانچویں بات۔ یہ پانچوں باتیں تو صاف طور پر دین سے تعلق رکھتی ہیں اور تمکین دین کے ساتھ امن کا آنا ظاہر کرتا ہے کہ اس سے بھی دینی امن ہی مراد ہے۔ اس طرح اس آیت میں تمام کا تمام دین کا ذکر ہے۔ اور اس کے آگے بھی خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

واقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ واطیعوا الرسول لعلکم ترحمون

یہ بھی دین ہی کے احکام ہیں پس یہاں دین ہی دین کا ذکر ہے۔ ورنہ اگر یہ سمجھا جائے کہ سلطنت کا ذکر ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ روحانی ترقیات کے ذرائع بتانے کے سلسلہ میں سلطنت کا ذکر کیا تعلق رکھتا ہے۔ سلطنت تو کافر اور بدکار لوگ بھی قائم کر لیتے ہیں۔

اصل اور سچی بات یہی ہے کہ خلافت جو روحانی ترقیات کا ایک عظیم الشان ذریعہ ہے اسی کا یہاں ذکر ہے سلطنت کا نہیں۔ اس خلافت سے مراد خواہ خلافت ماموریت لے لو خواہ خلافت نیابت مامورین لے لو بہرحال روحانی خلافت کا ہی یہاں ذکر ہے۔ یہ دونوں قسم کی خلافت روحانیت کی ترقی کا ذریعہ ہے۔ خلافت ماموریت تو اس طرح کہ اس کے ذریعہ ایک انسان خدا سے نور پا کر دوسروں کو منور کرتا ہے۔ اور خلافت نیابت مامورین اس طرح کہ اس انتظام اور نگرانی سے کمزوروں کی بھی حفاظت ہوتی جاتی ہے۔

پس ان دونوں قسم کی خلافتوں میں برکات ہیں اور دونوں روحانی ترقیات کا باعث ہیں اور دونوں کے بغیر روحانیت مفقود ہو جاتی ہے۔ چنانچہ دیکھ لو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جب خلافت کا سلسلہ ٹوٹا پھر اسلام کو کوئی نمایاں ترقی نہیں ہوئی۔ لیکن رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جو خلافتیں تھیں ان میں عظیم الشان تغیر ہوئے قوموں کی قومیں اسلام میں داخل ہو گئیں اور اسلام بڑی سرعت کے ساتھ پھیل گیا۔ لیکن جب روحانی خلافت کا سلسلہ نہ رہا تو اسلام کی ترقی بھی رک گئی۔ یا پھر ان لوگوں کے ذریعہ کسی قدر ترقی ہوئی جو خدا سے الہام اور وحی پا کر اسلام کی خدمت کے لئے کھڑے ہوئے تو روحانی خلافت کے بغیر اسلام کو کوئی ترقی نہ ہوئی بلکہ تنزل ہوتا رہا۔

خلافت اسلام کے اہم مسائل میں سے ایک مسئلہ ہے اور اسلام کبھی ترقی نہیں کر سکتا جب تک خلافت نہ ہو۔ ہمیشہ خلفاء کے ذریعہ اسلام نے ترقی کی ہے اور آئندہ بھی اسی ذریعہ سے ترقی کرے گا۔ اور ہمیشہ خدا تعالیٰ نے خلفاء مقرر کئے ہیں۔ اور آئندہ بھی خدا تعالیٰ ہی خلفاء مقرر کرے گا۔ یہی ہماری جماعت میں جو خلافت کے متعلق جھگڑا ہوا۔ وہ لوگ جنہوں نے اس وقت کے حالات دیکھے وہ جانتے ہیں کہ کتنا بڑا فتنہ بپا ہوا تھا۔ اب تو کہا جاتا ہے کہ منصوبہ کیا ہوا تھا اس لئے کامیابی ہو گئی۔ مگر اس وقت کے حالات جاننے والے جانتے ہیں۔

وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ہم خلیفہ بناتے ہیں جو کچھ ہوا اسی کے ماتحت ہوا۔

خلافتِ احمدیہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے ارشادات

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

(۱) "اگر کوئی کہے انجمن نے خلیفہ بنایا ہے تو وہ جھوٹا ہے۔ اس قسم کے خیالات ہلاکت کی حد تک پہنچاتے ہیں تم ان سے بچو۔ پھر سُن لو کہ مجھے نہ کسی انسان نے نہ کسی انجمن نے خلیفہ بنایا ہے۔ اور نہ میں کسی انجمن کو اس قابل سمجھتا ہوں کہ وہ خلیفہ بنائے۔ پس مجھ کو نہ کسی انجمن نے بنایا اور نہ میں اس کے بنانے کی قدر کرتا ہوں۔ اور اس کے چھوڑ دینے پر تھوکتا بھی نہیں۔ اور نہ اب کسی میں طاقت ہے کہ وہ اس خلافت کی ردا (چادر) کو مجھ سے چھین لے۔"

(اخبار بدر ۴ر جولائی ۱۹۱۲ء)

(۲) "یہ اعتراض کرنا کہ خلافت حقدار کو نہیں پہنچی رافضیوں کا عقیدہ ہے اس سے توبہ کرلو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے جس کو حقدار سمجھا خلیفہ بنا دیا۔ جو اس کی مخالفت کرتا ہے وہ جھوٹا اور فاسق ہے۔ فرشتے بن کر اطاعت و فرمانبرداری اختیار کرو ابلیس نہ بنو۔"

(بدر ۴ر جولائی ۱۹۱۲ء)

(۳) "اگر کوئی مجھ پر اعتراض کرے تو اعتراض کرنے والا فرشتہ بھی ہو تو میں اسے کہہ دوں گا۔ کہ آدم کی خلافت کے سامنے سربسجود ہو جاؤ۔ تو بہتر ہے اگر وہ اِبا اور استکبار کو اپنا شعار بنا کر ابلیس بنتا ہے تو پھر یاد رکھے کہ ابلیس کو آدم کی مخالفت نے کیا پھل دیا۔" (بدر ۴ر جولائی ۱۹۱۲ء)

(۴) "جس طرح ابوبکر اور عمر خلیفہ ہوئے رضی اللہ عنہما اسی طرح خدا تعالیٰ نے مجھے مرزا صاحب کے بعد خلیفہ کیا۔" (بدر ۱۱ر جولائی ۱۹۱۲ء)

(۵) "خلافت کیسری کی دوکان کا سوڈا واٹر نہیں (یہ تقریر آپ نے احمدیہ بلڈنگس لاہور میں فرمائی تھی ناقل) تم اس بکھیڑے سے کچھ فائدہ نہیں اٹھا سکتے نہ تم کو کسی نے خلیفہ بنانا ہے اور نہ میری زندگی میں اور کوئی بن سکتا ہے۔ میں جب مر جاؤں گا تو پھر وہی کھڑا ہو گا جس کو خدا چاہے گا اور خدا اس کو آپ کھڑا کریگا۔

تم نے میرے ہاتھوں پر اقرار کئے ہیں۔ تم خلافت کا نام نہ لو مجھے خدا نے خلیفہ بنا دیا ہے اور اب نہ تمہارے کہنے سے معزول ہو سکتا ہوں اور نہ کسی میں طاقت ہے کہ وہ معزول کرے۔ اگر تم زیادہ زور دو گے تو یاد رکھو میرے پاس ایسے خالد بن ولید ہیں جو تم کو مرتدوں کی طرح سزا دیں گے۔"

(بدر ۱۱ر جولائی ۱۹۱۲ء)

(۶) "بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم تمہاری نسبت نہیں بلکہ اگلے خلیفہ کے اختیارات کی نسبت بحث کرتے ہیں۔ مگر تمہیں کیا معلوم کہ وہ ابوبکر اور مرزا صاحب سے بھی بڑھ کر آئے ..... میں ایسے لوگوں کو جماعت سے الگ نہیں کرتا کہ شاید وہ پھر سمجھیں۔ پھر سمجھ جائیں۔ پھر سمجھ جائیں۔" (بدر ۲۱ر اکتوبر ۱۹۱۱ء)

(۷) "تھوڑے دن صبر کرو پھر جو پیچھے آئے گا۔ اللہ تعالیٰ جیسا چاہے گا وہ تم سے معاملہ کرے گا۔" (بدر ۱۱ جولائی ۱۹۱۲ء)

(۸) "خلیفہ منتخب ہونے پر سب سے پہلی تقریر میں آپ نے فرمایا تھا:۔

"میں چاہتا تھا حضرت صاحبزادہ میاں محمود احمد جانشین بنتا۔ اسی واسطے میں ان کی تعلیم میں سعی کرتا رہا۔" (بدر ۲ر جون ۱۹۰۸ء)

(۹) ایک خطبہ میں فرمایا:۔

"ایک نکتہ قابل یاد سنائے دیتا ہوں کہ جس کے اظہار سے میں باوجود کوشش کے رک نہیں سکتا۔ وہ یہ کہ میں نے حضرت خواجہ سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ان کو قرآن شریف سے بڑا تعلق تھا۔ ان کے ساتھ مجھے بہت محبت ہے۔ ۷۸ برس تک انہوں نے خلافت کی۔ ۲۲ برس کی عمر میں وہ خلیفہ ہوئے تھے۔ یہ بات یاد رکھو کہ میں نے کسی خاص مصلحت اور خالص بھلائی کے لئے کہی ہے۔" (بدر ۷ر جولائی ۱۹۱۰ء)

(۱۰) اپنی مرض الموت اور وفات سے صرف بیس روز پیشتر فرمایا:۔

"خلیفے اللہ ہی بناتا ہے، میرے بعد بھی اللہ ہی بنائے گا۔"

(مندرجہ اخبار پیغام صلح ۲۴ر فروری ۱۹۱۴ء)

خلافت

— از مکرم عبدالحمید صاحب شوق —

خلافت دین و دنیا میں خدا کی مہربانی ہے
نزولِ رحمتِ باری کی لاثانی نشانی ہے

خلافت نعمتِ توحیدِ ربّانی کا سرچشمہ
خلافت بادۂ حق کا سرورِ جاودانی ہے

خلافت قوم کی پژمردگی کو تازگی بخشے
خلافت سے بنی آدم کو حاصل زندگانی ہے

خلافت قوم کو بالفعل رعب و تمکنت بخشے
یہ رعب و تمکنت قومی ترقی کی نشانی ہے

اسی سے آبیاری ہو رہی ہے باغِ ملت کی
اسی سے اپنے گلشن پر بہارِ جاودانی ہے

خلافت صورتِ خورشید روشن ہے زمانے میں
اسی نورِ خلافت کی زمیں پر ضو فشانی ہے

برس پچاس گزرے شان سے دورِ خلافت کے
خلافت کا یہ دور کامیاب و کامرانی ہے

ہے نازاں آج ہر انسان اس دورِ تجمل پر
بہر سو مومنوں میں انبساط و شادمانی ہے

یہ تفسیریں یہ تحریریں یہ خطبے اور تقریریں
فصاحت ہے، بلاغت ہے، کمالِ خوش بیانی ہے

خدا ان کو خلافت کیلئے آنکھیں عطا کر دے
یہی تو مصلحِ موعود کی پکّی نشانی ہے

★ ★

خلافت کا نظام

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ

قرآن شریف کی تعلیم اور سلسلۂ رسالت کی تاریخ کے مطالعہ سے پتہ لگتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ دنیا میں کسی رسول اور نبی کو بھیجتا ہے تو اس سے اس کی غرض یہ نہیں ہوتی کہ ایک آدمی دنیا میں آئے۔ اور ایک آواز دے کر واپس چلا جاوے۔ بلکہ ہر نبی اور رسول کے وقت خدا تعالیٰ کا منشاء یہ ہوتا ہے کہ دنیا میں ایک تغیر اور انقلاب پیدا کرے۔ جس کے لئے ظاہری اسباب کے ماتحت ایک لمبے نظام اور مسلسل جدوجہد کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور چونکہ ایک انسان کی عمر بہرحال محدود ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کی یہ سُنّت ہے کہ وہ نبی کے ہاتھ سے صرف تخمریزی کا کام لیتا ہے اور اس تخمریزی کو انجام تک پہنچانے کے لئے نبی کی وفات کے بعد اس کی جماعت میں سے قابل اور اہل لوگوں میں یکے بعد دیگرے اس کے جانشین بنا کر اس کے کام کی تکمیل فرماتا ہے۔ یہ جانشین اسلامی اصطلاح میں خلیفہ کہلاتے ہیں۔ کیونکہ خلیفہ کے معنے پیچھے آنے والے اور دوسرے کی جگہ قائمقام بننے والے کے ہیں۔ یہ سلسلہ خلافت قدیم زمانہ سے ہر نبی کے بعد ہوتا چلا ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ کے بعد یوشع خلیفہ ہوئے۔ اور حضرت عیسیٰؑ کے بعد پطرس خلیفہ ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ سلسلہ خلافت تمام سابقہ نبیوں کی نسبت زیادہ شان اور زیادہ آب و تاب کے ساتھ ظاہر ہوا۔ اس نظام خلافت میں نبی کے کام کی تکمیل کے علاوہ ایک حکمت یہ بھی مدنظر ہوتی ہے کہ نا جو دھکا نبی کی وفات کے وقت نبی کی نئی نئی جماعت کو لگتا ہے جو ایک ہولناک زلزلہ سے کم نہیں ہوتا۔ اس میں جماعت کو سنبھالنے کا انتظام ہے۔ .....

....

خلفاء کے تقرر اور ان کے مقام کے متعلق اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ خلافت کا کسی صورت میں بھی ورثہ میں نہیں آ سکتا۔ بلکہ یہ ایک مقدس امانت ہے جو مومنوں کے انتخاب کے ذریعہ جماعت کے قابل ترین شخص کے سپرد کی جاتی ہے۔ اور چونکہ نبی کی جانشینی کا مقام ایک نہایت نازک اور اہم روحانی مقام ہے۔ اس لئے اسلام یہ تعلیم دیتا ہے کہ گو بظاہر خلیفہ کا انتخاب لوگوں کی رائے سے ہوتا ہے۔ مگر اس معاملہ میں خدا تعالیٰ خود آسمان سے نگرانی فرماتا ہے۔ اور اپنے تصرف خاص سے لوگوں کی رائے کو ایسے رستہ پر ڈال دیتا ہے جو اس کے منشاء کے مطابق ہو۔ اس طرح گو بظاہر خلیفہ کا تقرر انتخاب کے ذریعہ عمل میں آتا ہے مگر دراصل اس انتخاب میں خدائی مخفی تقدیر کام کرتی ہے اور اسی طرح خدا نے خلفاء کے تقرر کو خود اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ خلیفہ ہم خود بناتے ہیں۔ یہ ایک نہایت لطیف روحانی انتظام ہے جسے شاید دنیا کے لوگوں کے لئے سمجھنا مشکل ہو۔ مگر حقیقت یہی ہے کہ خلیفہ کا تقرر ایک طرف تو مومنوں کے انتخاب سے اور دوسری طرف خدا کی مرضی کے مطابق ظہور پذیر ہوتا ہے۔ اور خدائی تقدیر کی مخفی تاریں لوگوں کے دلوں کو پکڑ پکڑ کر منظورِ ایزدی کی طرف مائل کر دیتی ہیں۔ پھر جب ایک شخص خدائی تقدیر کے ماتحت خلیفہ منتخب ہو جاتا ہے تو اس کے متعلق اسلام کا حکم یہ ہے کہ تمام مومن اس کی پوری پوری اطاعت کریں۔ اور خود اس کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ تمام اہم اور ضروری امور میں مومنوں کے مشورہ سے کام کرے۔ اور گو وہ مشورہ پر عمل کرنے کا پابند نہیں۔ بلکہ اگر مناسب خیال کرے تو مشورہ کو رد کر کے اپنی رائے سے جس طرح چاہے فیصلہ کر سکتا ہے مگر بہرحال اُسے مشورہ لینے اور لوگوں کی رائے کا علم حاصل کرنے کا ضرور حکم ہے۔

اسلام میں یہ نظام خلافت ایک نہایت عجیب و غریب بلکہ عدیم المثال نظام ہے یہ نظام موجودہ الوقت سیاسیات کی اصطلاح میں نہ تو پوری طرح جمہوریت کے نظام کے مطابق ہے۔ اور نہ ہی اسے موجودہ زمانہ کی ڈکٹیٹر شپ کے نظام سے تشبیہ دے سکتے ہیں۔ بلکہ یہ نظام ان دونوں کے بین بین ایک علیحدہ قسم کا نظام ہے۔ جمہوریت کے نظام سے تو وہ اس لئے جدا ہے کہ جمہوریت میں صدر حکومت کا انتخاب میعادی ہوتا ہے۔ مگر اسلام میں خلیفہ کا انتخاب میعادی نہیں بلکہ عمر بھر کے لئے ہوتا ہے۔ دوسرے جمہوریت میں صدرِ حکومت بہت سی باتوں میں لوگوں کے مشورہ کا پابند ہوتا ہے۔ مگر اسلام میں خلیفہ کو مشورہ لینے کا حق تو بے شک ہے مگر وہ اس مشورہ پر عمل کرنے کا پابند نہیں بلکہ مصلحت عامہ کے ماتحت اسے رد کر کے دوسرا طریق اختیار کر سکتا ہے۔ دوسری طرف یہ نظام ڈکٹیٹر شپ سے بھی مختلف ہے۔ کیونکہ اول تو ڈکٹیٹر شپ میں میعادی اور غیر میعادی کا سوال نہیں ہوتا۔ اور دونوں صورتیں ممکن ہوتی ہیں۔ دوسرے ڈکٹیٹر کو عموماً کلی اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ حسب ضرورت پُرانے قانون کو بدل کر نیا قانون جاری کر سکتا ہے۔ مگر نظام خلافت میں خلیفہ کے اختیارات بہرصورت شریعتِ اسلامی اور نبیٔ متبوع کی ہدایات کی قیود کے اندر محدود ہوتے ہیں۔ اسی طرح ڈکٹیٹر مشورہ لینے کا پابند نہیں۔ مگر خلیفہ کو مشورہ لینے کا حکم ہے۔

الغرض خلافت کا نظام ایک نہایت ہی نادر اور عجیب و غریب نظام ہے جو اپنی روح میں تو جمہوریت کے قریب تر ہے مگر ظاہری صورت میں ڈکٹیٹر شپ سے زیادہ قریب ہے۔ مگر وہ حقیقی فرق جو خلافت کو دنیا کے جملہ نظاموں سے بالکل جُدا اور ممتاز کر دیتا ہے وہ اس کا دینی منصب ہے۔ خلیفہ ایک انتظامی افسر ہی نہیں ہوتا بلکہ نبی کا قائم مقام ہونے کی وجہ سے اسے ایک روحانی مقام بھی حاصل ہوتا ہے۔ وہ نبی کی جماعت کی روحانی اور دینی تربیت کا نگران ہوتا ہے اور لوگوں کے لئے اسے عملی نمونہ بننا پڑتا ہے اور اس کی سنت سند قرار دیتی ہے۔ (ابوداؤد کتاب السنۃ) پس منصب خلافت کا یہ پہلو نہ صرف اسے دوسرے تمام نظاموں سے ممتاز کر دیتا ہے بلکہ اس قسم کے روحانی نظام میں میعادی تقرر کا سوال ہی نہیں اٹھ سکتا ؎

شکستِ شب

(از مکرم عبد الرشید صاحب تبسم ایم۔ اے)

آسمانوں پر شکستِ شب کی تدبیریں ہوئیں
پھر نظر افروز صبح نو کی تحریریں ہوئیں

حرفِ آخر ہے جو روئے یار پر ہم نے کہا
یوں تو اس قرآن کی ہر روز تفسیریں ہوئیں

دہر میں جُرمِ محبت عام ہم نے کر دیا
ہر سیاست بے اثر، ناکام تقریریں ہوئیں

اک نئے صحرا میں ہر شب تیر دیوانے چلے
ہر سحر اُن کے لئے تیار زنجیریں ہوئیں

سب تماشائی ہیں ششدر اور قاتل دم بخود
کس کی گردن ہے یہ جس پر کُند شمشیریں ہوئیں

اک خطا میری نہیں اب تک معیّن ہو سکی
گرچہ ہر محفل میں اس عنواں پہ تقریریں ہوئیں

گھر کے ہیں منجدھار میں بھی گوش بر آواز تھا
جانتا ہوں میں جو اس ساحل پہ تدبیریں ہوئیں

چاہ، قید و بند، رسوائی، سریر و سلطنت
اے زلیخا! خوابِ یوسف کی یہ تعبیریں ہوئیں

کس قدر نازک ہے یا رب! حشر کا یہ مرحلہ!!
رُوبرو ہر شخص کے خود اس کی تصویریں ہوئیں

اُڑ رہے ہیں ریزہ ریزہ ہو کے کچھ کوہِ گراں
کس طرح آخر دگرگوں ان کی تقدیریں ہوئیں

بن گئی اُن سے تبسمؔ عشق کی اک داستاں
تیری رسوائی کا باعث تیری تحریریں ہوئیں

اللہ سے مانگ اور خلافت کی بقا مانگ

شبنم کی نمی مانگ نہ کرنوں کی ضیا مانگ
گلہائے عقیدت کے تبسّم کی ادا مانگ

گر ذوقِ طلب ہے تو شب و روز دُعا مانگ
اللہ سے مانگ اور خلافت کی بقا مانگ

شیرازۂ ملّت کی ہے بُنیاد اخوّت
ہر بندۂ مومن کے لئے صدق و صفا مانگ

جس شخص نے سینچا ہے محمدؐ کا گلستاں
اس مردِ خُدا کے لئے اللہ سے دُعا مانگ

اسلام سے اُلفت ہے تو اسلام کے پیرو!
محمود سا ہر دور میں اِک راہنما مانگ

دُنیا کے لئے مانگ ہر اِک نعمتِ دُنیا
اپنے لئے مانگے تو فقط صبر و رضا مانگ

گر تجھ کو نسیم اپنا بھلا مدِّ نظر ہے
لازم ہے کہ ہر فرد کا دُنیا میں بھلا مانگ

نسیم سیفی

گیا اُڑاتا ہوا پرچمِ ہلال کوئی

رہا نہ اُمّتِ خیر الرسل کا حال کوئی + نبی نہ بھیجتا کیوں ربّ ذو الجلال کوئی
ترس رہے ہیں مرے کان اذانِ حق کیلئے + حبش کی خاک سے اُٹھا نہ پھر بلالؓ کوئی
ہے کوئی آج خریدار تم میں جنّت کا + ملے گی اس کو ہے جس کی گرہ میں مال کوئی
جہاں کہ کشتۂ تیغِ جلال ہے سارا + کر ان کو زندہ دکھا جلوۂ جمال کوئی
نہ مل سکے جو غلامی میں مصطفیٰؐ کی ہمیں + نہیں زمانے میں اس طرح کا کمال کوئی
مسیح ہو جو نمودار کوئی نا ممکن + نہیں یہود کا اُمّت میں گرچہ کال کوئی
بجز تیرے نہ صلیبوں کے دیس میں ابتک + گیا اُڑاتا ہوا پرچمِ ہلال کوئی
حساب لے کے نہ محشر میں کر ذلیل مجھے + عمل کے بارے میں مجھ سے نہ کر سوال کوئی
دکھا دیا ہے جو کر کے غلام احمدؐ نے + وہ کام کر نہ سکا مصطفیٰؐ کی آل کوئی
ہر ایک چیز یہاں معرضِ زوال میں ہے + نہیں ہے صدق و صفا کو مگر زوال کوئی
غلام مہدیِ موعود ہوگا آخر کار + جہاں میں ہے جو کوئی مردِ نیک فال کوئی
یہ اپنی اپنی روش ہے یہ اپنا اپنا چلن + مجھے بُرا بھی کہیں تو نہیں ملال کوئی

قصور میرا تھا تسنیمؔ فیض پا نہ سکا
نہیں ہے ان کی عنایت میں احتمال کوئی

تاجدارِ مرسلیںؐ! تجھ پر سلام

رحمۃ للعالمیں تجھ پر سلام - تاجدارِ مرسلیں تجھ پر سلام

خاتمِ شرعِ متیں تجھ پر سلام
اے امام المتقیں تجھ پر سلام
رشکِ صد ماہِ مبیں تجھ پر سلام
سبز گنبد کے مکیں تجھ پر سلام

اے سراج السالکیں تجھ پر سلام - رحمۃ للعالمیں تجھ پر سلام

تُو ہے ابراہیمؑ کے لب کی دُعا
محسنِ عالم، امام الاذکیا
شافعِ روزِ جزا، بدر الدجیٰ
قاسمِ فیض و عطا، نُورِ ضیا

اے شفیع المذنبیں تجھ پر سلام - رحمۃ للعالمیں تجھ پر سلام

تا قیامت عام ہے تیرا پیام
ختم ہے تجھ پر نبوّت کا مقام
وا ہے اُمّت پر ترا یہ در مدام
پی رہے ہیں تشنہ لب بھر بھر کے جام

سرورِ دُنیا و دیں تجھ پر سلام - رحمۃ للعالمیں تجھ پر سلام

تُو نے آ کر دین کامل کر دیا
جو ضروری تھا وہ شامل کر دیا
عقلِ انسانی کے قابل کر دیا
اور جُدا سب شرکِ باطل کر دیا

صاحبِ شرعِ مبیں تجھ پر سلام - رحمۃ للعالمیں تجھ پر سلام

تیری ہستی فخرِ موجودات ہے
لاجرم تُو صدرِ مخلوقات ہے
وحیِ ربّانی تری ہر بات ہے
تُو حبیبِ ربِّ کائنات ہے

مہبطِ رُوح الامیں تجھ پر سلام - رحمۃ للعالمیں تجھ پر سلام

ماحیِ اشراک و ظُلمت ہو تمہی
رازدارِ سرِّ وحدت ہو تمہی
پیکرِ عفو و محبّت ہو تمہی
الغرض رحمت ہی رحمت ہو تمہی

رہنمائے اوّلیں تجھ پر سلام - مقتدائے آخریں تجھ پر سلام

(محمد صدیق امرتسری از سیالکوٹ)

امیر غیر مبائعین کے عجیب و غریب نظریہ "ختم خلافت" کا سرسری جائزہ

اور

ایک فیصلہ کن آسمانی شہادت

(مکرم مولوی دوست محمد صاحب شاہد)

دو اجماع

اسلام کے دور اوّل میں امت کا سب سے پہلا اجماع تمام انبیائے سابقین کی وفات پر ہوا۔ اور اس کے دور ثانی یعنی احمدیت میں نظام خلافت پر۔ چنانچہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال مبارک کے بعد پوری جماعت احمدیہ خدائی تصرف و تقدیر کے تحت حضرت مولانا نور الدین خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر بیعت کر کے اکٹھی ہو گئی اور اس طرح جماعت کو دوسرے مسلمانان عالم کے مقابل ایک اور بھاری خصوصیت اور واضح امتیاز حاصل ہوا۔ اور مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی "ثم تکون خلافۃ علیٰ منہاج النبوۃ" (مشکوٰۃ) لفظاً لفظاً پوری ہو گئی۔ فالحمد للہ علیٰ احسانہ و کرمہ۔

حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد

حضرت حکیم الامت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ ۱۳ مارچ ۱۹۱۴ء کو انتقال فرما گئے جس پر جناب مولوی محمد علی صاحب مرحوم اور ان کے دوسرے ہم خیال رفقاء جو "الوصیت" کے مطابق چھ سال تک خلافت کو تسلیم کرتے رہے تھے خلافت سے الگ ہو گئے اور مرکز احمدیت — قادیان — سے قطع تعلق کر کے لاہور تشریف لے آئے اور صدر انجمن احمدیہ کے مقابل ایک دوسری متوازی انجمن کی بنیاد رکھی۔ چونکہ یہ تمام کارروائی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی "الوصیت" کے صریحاً خلاف اور اس سے کھلم کھلا روگردانی کے مترادف تھی۔ اس لئے آپ نے لاہور آتے ہی اوّلین فرصت میں یہ کام کیا کہ "الوصیت" کے نام پر ایک "جدید الوصیت" تصنیف کر کے اس کے مندرجات کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف منسوب کر دیا یعنی اصل "الوصیت" کے اندر اپنے قلم سے ایک دیباچہ اضافہ کرنے کے علاوہ اس پر جا بجا اپنے مطلب کے حاشیے چڑھا دیئے اور خدا کے مقدس مامور کی اصلی اور حقیقی "الوصیت" پر پردے ڈال کر معنوی تحریف کا ایک نیا دروازہ کھول دیا گیا۔

عجیب و غریب نظریہ

اس جدید الوصیت میں امیر غیر مبائعین جناب مولوی محمد علی صاحب ایم اے مرحوم نے یہ عجیب و غریب نظریہ وضع فرمایا کہ حضرت مولوی نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ کی وفات کے ساتھ خلافت کا بھی خاتمہ ہو گیا ہے اس کی دلیل خود مولوی صاحب موصوف کے الفاظ میں یہ تھی

"آپ (مراد حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ ناقل) کے ہاتھ پر سب قوم کا اکٹھا ہو جانا یہ ایک علیحدہ امر تھا جس کا ذکر "الوصیت" میں کوئی نہیں ..... لیکن اب جب قوم میں اختلاف پیدا ہو گیا تو حقیقی جانشین وہی رہنا چاہیئے تھا جو حضرت مسیح موعود کی وصیت کی رو سے تھا یعنی انجمن حضرت مولوی صاحب نے اپنے معاملہ کو بالکل صاف کر دیا۔ وہ وصیت کی رو سے نہیں بلکہ قوم کے اتفاق سے خلیفۃ المسیح کہلائے، انجمن کو انھوں نے وصیت کے رو سے خلیفۃ المسیح تسلیم کیا۔ اب جب قوم کا اتفاق نہیں رہا تو خلافت کا خاتمہ ہو گیا"

("الوصیت" شائع کردہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور ۱۹۱۴ء)

تین قابل غور باتیں

مندرجہ بالا عبارت میں تین باتیں قابل توجہ ہیں

۱۔ الوصیت میں شخصی خلافت کا کوئی ذکر نہیں

۲۔ حضرت خلیفہ اوّل وصیت کے رو سے نہیں بلکہ قوم کے اتفاق سے خلیفہ کہلائے

۳۔ شخصی خلافت پر قوم کا اتفاق نہ رہا اس لئے خلافت بھی ختم ہو گئی۔

الوصیت میں خلافت

اب آیئے ان تینوں امور کا حقائق کی روشنی میں تجزیہ کریں۔ "الوصیت" میں خلافت کا ذکر موجود ہے یا نہیں؟ اس اہم نکتہ کی وضاحت کے لئے صرف وہ اعلان کافی ہے جو صدر انجمن احمدیہ کے ممبروں اور غیر مبائعین کے جملہ اکابر نے جن میں مولوی محمد علی صاحب بھی شامل تھے حضرت خلیفہ اوّل کی بیعت کے موقع پر شائع کیا چنانچہ انھوں نے لکھا

"حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جنازہ قادیان میں پڑھا جانے سے پہلے آپ کے وصایا مندرجہ رسالہ الوصیت کے مطابق حسب منشاء معتمدین صدر انجمن احمدیہ موجودہ قادیان و اقرباء حضرت مسیح موعود و با اجازت حضرت ام المومنین کل قوم نے جو قادیان میں موجود تھی اور جس کی تعداد اس وقت بارہ سو تھی۔ والا مناقب حضرت حاجی الحرمین الشریفین جناب حکیم نور الدین سلمہ کو آپ کا جانشین اور خلیفہ قبول کیا اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی"

(بدر ۲ جون ۱۹۰۸ء)

فرمایئے اگر رسالہ الوصیت میں خلافت کی نسبت کوئی وصیت ہی نہ تھی تو حضرت خلیفہ اوّل کو خلیفہ قبول کر کے آپ کے دست مبارک پر جماعت اور انجمن کے ممبروں کو بیعت کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ آپ تو حضرت مسیح موعود کے زمانہ سے صدر انجمن احمدیہ کے میر مجلس تھے۔ اس صورت میں آپ کو ایک لحاظ سے امارت کا مقام حاصل ہی تھا اس مقام کے حاصل ہوتے ہوئے جماعت کا آپ کی بیعت خلافت کرنا اور وصایا مندرجہ "الوصیت" کے مطابق بیعت کرنا اس امر کا ناقابل رد ثبوت ہے کہ الوصیت میں خلافت کا ذکر یقیناً موجود ہے جیسا کہ آگے ذکر آئے گا۔ پس یہ خیال کہ الوصیت میں خلافت کا ذکر نہیں انقطاع خلافت کی دلیل نہیں بن سکتا۔

حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کا مقام خلافت

جناب مولوی محمد علی صاحب ایم اے کے محولہ بالا اقتباس میں حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کا مقام خلافت یہ بتایا گیا ہے کہ آپ کی خلافت قوم کے اتفاق کی وجہ سے تھی "الوصیت" سے اس کا کوئی تعلق نہیں تھا یہ دوسری بات بھی دراصل پہلی بات کی فرع ہے۔ اوّل تو یہ بات ناقابل فہم ہے کہ جو خلافت قوم کے اتفاق سے قائم ہوئی وہ "الوصیت" سے غیر متعلق کیسے ہو سکتی ہے کیا اتفاق رائے اور "الوصیت" میں کوئی تضاد و تباین ہے مگر میں اس امر کو عقل سلیم پر چھوڑتے ہوئے فیصلہ کی ایک آسان صورت درپیش کرتا ہوں اور وہ یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قدرت ثانیہ کی خبر دیتے ہوئے الوصیت میں بطور مثال تحریر فرمایا تھا کہ

"خدا تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا"

اب حضرت خلیفہ اوّل اس پیشگوئی کا اپنے تئیں مصداق قرار دیتے ہوئے کھلے لفظوں میں ارشاد فرماتے ہیں:

"جس طرح ابوبکر اور عمر خلیفہ ہوئے رضی اللہ عنہما اسی طرح پر خدا تعالیٰ نے مجھے مرزا صاحب کے بعد خلیفہ کیا ہے" (اخبار بدر ۱۱ جولائی ۱۹۱۲ء)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفہ اوّل کی یہ تصریحات ایک ساتھ پیش نظر رکھنے سے یہ حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت خلیفہ اوّل کی خلافت کا ذکر یقیناً الوصیت میں موجود ہے اور آپ کی خلافت محض قوم کے اتفاق سے بلکہ "الوصیت" کی رو سے بھی ثابت ہے۔ لہٰذا حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کے بعد اختتام خلافت کی یہ کوئی وجہ نہیں ہو سکتی کہ "اب جب قوم کا اتفاق نہ رہا تو خلافت کا خاتمہ ہو گیا"

ایک اہم سوال

یہاں طبعاً ایک اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جماعت کے بعض افراد کا نظام خلافت سے انکار اس بابرکت نظام کو خود بخود کیسے ختم کر سکتا ہے! خصوصاً جبکہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل جیسی مقدس شخصیت نے جس کی بیعت پر پوری قوم نے اتفاق کیا اور جن کے فرمان کو اکابر غیر مبائعین نے حضرت مسیح موعود کا فرمان قرار دیا ہے، بدر ۲ جون ۱۹۰۸ء) اپنے بعد ایک جانشین منتخب کئے جانے کی وصیت بھی فرمائی اور اس وصیت پر جناب مولوی محمد علی صاحب سے خاص طور پر دستخط لئے جیسا کہ اخبار "پیغام صلح" ۵ مارچ ۱۹۱۴ء صفحہ ۱ پر تفصیل موجود ہے۔

قیام وحدت کا بہترین ذریعہ

اس سوال کا ایک اور پہلو بھی ہے جس پر سنجیدگی اور متانت سے غور کیا جانا چاہیئے۔ جناب مولوی محمد علی صاحب کی بیت

سے حضرت خلیفہ اوّل کے بعد "خاتمہ خلافت" پر یہ دلیل دی گئی کہ چونکہ قوم میں خلافت کے بارے میں تفرقہ پیدا ہو چکا تھا اس لئے کسی خلیفہ کی بیعت کے بجائے فقط انجمن ہی کو حقیقی جانشین قرار دے دیا جاتا مگر یہ دلیل خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ہدایات کے خلاف تھی اس لئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے "الوصیت" میں سب کو مل کر کام کرنے کا ارشاد فرمایا تھا اور مل کر کام کرنے کی صورت صرف اور صرف یہی تھی کہ جس نظام خلافت کے جھنڈے تلے پوری جماعت اکٹھی تھی اس کو بلند سے بلند تر کرنے کی جدوجہد جاری رکھی جاتی۔ چنانچہ خود حضرت خلیفہ اوّل نے احمدیہ بلڈنگس لاہور میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:۔

"تم کو بھی اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے ہمارے بادشاہ حضرت مسیح موعود کے ذریعہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ایک کیا پھر اس کے مرنے کے بعد میرے ہاتھ پر تم کو اس تفرقہ سے بچایا اس نعمت کی قدر کرو"

(بدر ۴ جولائی ۱۹۱۲ء صفحہ ۶)

پس جماعت کے سامنے یہ تجربہ موجود تھا کہ خلافت کی بدولت ہی قوم کو انتشار اور تفرقہ سے نجات عطا ہوئی تھی ورنہ اس کی شیرازہ بندی کا کوئی امکان باقی نہیں رہ گیا تھا خود مولوی محمد علی صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

"حضرت مسیح موعود کی وفات لاہور میں ہوئی ... آپ کی نعش مبارک جب قادیان میں پہنچی تو باغ میں خواجہ کمال الدین صاحب نے مجھ سے ذکر کیا کہ یہ تجویز ہوئی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جانشین حضرت مولوی نورالدین صاحب ہوں میں نے کہا بالکل صحیح ہے اور حضرت مولوی صاحب ہی ہر طرح سے اس بات کے اہل ہیں۔ اس کے بعد انھوں نے کہا کہ یہ بھی تجویز ہوئی ہے کہ سب احمدی ان کے ہاتھ پر بیعت کریں میں نے کہا اس کی کیا ضرورت ہے جو لوگ نئے سلسلہ میں داخل ہوں گے انہیں بیعت کی ضرورت ہے اور یہی الوصیت کا منشا ہے خواجہ صاحب نے کہا کہ چونکہ وقت بڑا نازک ہے ایسا نہ ہو جماعت میں تفرقہ پیدا ہو جائے اور احمدیوں کے حضرت مولوی صاحب کے ہاتھ پر بیعت کر لینے میں کوئی حرج بھی نہیں تب میں نے اسے تسلیم کر لیا"

(حقیقت اختلاف" مؤلفہ جناب مولوی محمد علی صاحب مرحوم صفحہ ۲۹)

اسی واقعہ کو جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مؤلف "مجدد اعظم" یوں بیان کرتے ہیں کہ:۔

"وہ وقت بہت نازک تھا۔ حضرت مسیح موعود کی اچانک وفات کی وجہ سے ڈاکٹر عبدالحکیم خاں اور مولوی ثناء اللہ امرتسری نے بڑا فتنہ اٹھایا ہوا تھا اور بڑا شور و شر کر رہے تھے اور جماعت احمدیہ کو اس وقت مرتد کر دینے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے اور جماعت کے کمزور لوگ بہت انتشار کی حالت میں تھے اور بے دل ہو رہے تھے اس لئے خواجہ کمال الدین صاحب نے فرمایا کہ اس وقت چپ رہو وقت ایسا نازک ہے کہ اس مسئلہ کو چھیڑنے سے ایک نیا اختلاف اور فتنہ پیدا ہو جانے کا احتمال ہے۔ چلو مولوی نورالدین صاحب ایک بزرگ عالم ہیں اگر ان کے ہاتھ پر دوبارہ بیعت کر لی تو کیا مضائقہ ہے"۔

(اختلاف سلسلہ پر ایک نظر صفحہ ۸)

اصل فرض

جناب مولوی محمد علی صاحب اور ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے یہ دونوں بیانات اعلان عام کر رہے ہیں کہ ۱۹۰۸ء میں جماعت کو تشتت و افتراق سے بچانے کا سہرا خلافت کے سر ہے نہ کہ انجمن کے سر۔ اور "تفرقہ کا خطرہ" نہ تو انجمن سے دور ہو سکتا تھا اور نہ انجمن کی طرف کسی کا خیال گیا۔ یہ خطرہ تو صرف خلافت ہی سے دور ہو سکتا تھا۔ خلافت ہی کی طرف خیال بھی گیا اور خلافت ہی کے قائم ہونے سے وہ خطرہ دور بھی ہو گیا۔ اور جماعت کا قافلہ از سر نو پوری تیزی سے اپنی منزل کی طرف رواں دواں ...... ہونے لگا پس حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کی وفات پر بھی جناب مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقاء کا اصل فرض یہ ہونا چاہیئے تھا کہ وہ اپنے ذاتی نظریات اور ذاتی اقتدار کی کشمکش سے الگ تھلگ ہو کر نظام خلافت سے پوری طرح وابستہ ہو جاتے نہ یہ کہ اتحاد ملت کی اس مضبوط چٹان کو پاش پاش کرنے کے سامان بروئے کار لاتے جس نے جماعت کو ۱۹۰۸ء کے نازک اور تباہ کن دور ابتلاء سے بچا لیا تھا اور جس سے حوادث و آلام کی لہریں ٹکرا ٹکرا کر بالآخر ختم ہو گئی تھیں۔ دراصل حضرت خلیفہ اوّل کی وفات بھی جماعت کے لئے ایک عظیم زلزلہ سے کم نہ تھی جس نے اسے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک ہلا کر رکھ دیا تھا۔ اور جس کا اقرار غیروں اور بیگانوں کو بھی کرنا پڑا تھا۔ چنانچہ اخبار "میونسپل گزٹ" نے لکھا:۔

"آپ کی وفات مرزائی جماعت کے لئے ایک صدمہ عظیم اور عام طور پر اہل اسلام کے لئے کچھ کم افسوسناک نہیں"۔

(۱۹ مارچ ۱۹۱۴ء)

اسی طرح اخبار "زمیندار" (۱۶ ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ) نے لکھا:۔

"ہمیں اس حادثہ الم افزا میں اپنے احمدی دوستوں سے جن کے سر پر غم والم کا پہاڑ ٹوٹ گرا ہے دلی ہمدردی ہے"۔

میں پوچھتا ہوں کہ کیا ایسے نازک زمانہ میں جب کہ مشکلات کے بپھرے ہوئے طوفانوں نے جماعت کو ایک بار پھر پوری شدت سے چاروں طرف سے گھیر لیا تھا کسی دردمند دل رکھنے والے احمدی کا انداز فکر یہ ہونا چاہیئے تھا کہ خلافت کی کشتی ہی کو غرق اور مصیبت زدہ قوم کو عین منجدھار میں چھوڑ دیا جائے یا اسے اپنی پوری جدوجہد کا مرکز خلافت کو بناتے ہوئے اس کے قیام کی کوشش میں حصہ لینا اور مرکزیت کو برقرار رکھنے کے لئے اپنی پوری صلاحیتوں کو وقف کر دینا چاہیئے تھا۔ یقیناً اس موقع پر مرکز سے انقطاع کوئی خوشکن مظاہرہ نہیں قرار دیا جا سکتا۔ یقیناً یہ ایک فاش غلطی تھی۔ جس کا ارتکاب اکابر غیر مبائعین نے کیا۔ اور اس کا اعتراف بعد کو انہیں خود بھی کرنا پڑا چنانچہ "پیغام صلح" یکم نومبر ۱۹۴۲ء صفحہ ۲ پر لکھا ہے

"ہمارے دوستوں نے الزام کیا کہ تم نے بھاری غلطی کی جو قادیان کو چھوڑ کر آئے"

قادیان کو خیرباد کہنے کی غلطی دراصل ایک دوسری بھاری غلطی کا نتیجہ تھی جو انکار خلافت کی صورت میں ان حضرات سے سرزد ہوئی

ذاتی اختلاف رائے

جناب مولوی محمد علی صاحب ایم اے اور ان کے قابل احترام ساتھیوں کو خلافت کے مقابل جو اختلاف تھا وہ بہر کیف اجتہادی و خبری کا اختلاف تھا اور اجتہاد وہ چیز نہیں جس کے بل بوتے پر ایک اہم ترین اسلامی مسئلہ پر خط تنسیخ کھینچ دیا جائے۔ جماعت احمدیہ کا قیام ان کے نزدیک بھی منہاج نبوت کی بنیاد پر ہوا تھا۔ اور منہاج نبوت کے لحاظ سے جماعت کی روحانی قیادت کے لئے خلافت ہی کو مقدم کیا جا سکتا تھا۔ نہ کہ کسی جمہوری انجمن کو۔ انجمن تو محض ایک انتظامی ادارہ ہوتا ہے یہ حضرات نہ "روح القدس" سے تائید یافتہ تھے نہ مامور باایں ہمہ انجمن کی حاکمیت اور بالادستی کے معاملہ میں وہ اپنا قیاس و اجتہاد حرف آخر سمجھتے تھے بلکہ انھوں نے اس بارہ میں اتنا غلو اور متشددانہ رویہ اختیار کیا تھا کہ اس قیاس و اجتہاد کی خاطر خلافت جیسی عظیم الشان برکت سے کنارا کشی گوارا فرمائی "اتستبدلون الذی ھو ادنیٰ بالذی ھو خیر"

حالانکہ جیسا کہ میں بتا چکا ہوں انجمن کی حاکمیت اعلےٰ کی نسبت ان کا سبھی انحصار محض اپنی قوت اجتہاد و تفکر پر تھا اور انہیں یہ مسلم تھا کہ حجت صرف الہام ہوتا ہے نہ کہ محض قیاس و اجتہاد چنانچہ جناب مولوی محمد علی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا:۔

"انہی قیاسات کے متعلق مسیح موعود کے اپنے الفاظ صفحہ ۲۷ زبان القلوب پر یہ ہیں۔ اگر میں نے کوئی کلمہ اجتہادی طور پر کہا ہو اور اپنا خیال ظاہر کیا ہو تو وہ حجت نہیں ہو سکتا اگر اس پر ضد کرو گے تو تمہیں نبیوں سے انکار کرنا پڑے گا اور بجز مرتد اور دہریہ ہو جانے کے کہیں تمہارا ٹھکانا نہ ہوگا۔ اور یہ بار بار لکھا ہے کہ حجت صرف الہام ہو سکتا ہے"۔ (الوصیت شائع کردہ انجمن اشاعت اسلام لاہور حاشیہ صفحہ ۶ ب)

پس جناب مولوی محمد علی صاحب کا محض اپنے اور بعض ہم خیال دوستوں کے ذاتی اختلاف اور اجتہاد کو منصب خلافت کے خاتمہ کی دلیل ٹھہرانا کسی طرح درست نہیں ہو سکتا اور جو لوگ ایسی توجیہہ پیش کرتے ہیں وہ خدائی خلافت کو چند انسانوں کے تابع گمان کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ وہ خلافت کے اجارہ دار ہیں اور خلافت کا وجود و بقا انہی کے دم سے ہے جب وہ منحرف ہو جائیں گے تو خلافت کیونکر زندہ رہ سکتی ہے

حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کا کلمہ حق

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کو پوری طرح محسوس ہو گیا تھا کہ بعض لوگ آئندہ خلافت کا انکار کریں گے اسی لئے آپ بنفس نفیس احمدیہ بلڈنگس لاہور کی مسجد میں تشریف لے گئے اور ان کے گھر جا کر نہایت لطیف پیرایہ میں یہ نصیحت فرمائی کہ:۔

"خلافت کیسری کی دکان کا سوڈا واٹر نہیں تم اس بکھیڑے سے کچھ فائدہ نہیں اٹھا سکتے نہ تم کو کسی نے خلیفہ بنانا ہے اور نہ میری زندگی میں کوئی اور بن سکتا ہے میں جب مر جاؤں گا تو پھر وہی کھڑا ہوگا جس کو خدا چاہے گا اور خدا اس کو آپ کھڑا کرے گا"

(بدر ۱۱ جولائی ۱۹۱۲ء)

"الوصیت" کو مسخ کرنے کی کوشش

اس وقت تک میں نے جناب مولوی محمد علی صاحب کے بعض ان دلائل پر روشنی ڈالی ہے جو انہوں نے اپنی شائع کردہ "الوصیت" کے دیباچہ میں دیئے ہیں اب میں آپ کے لکھے ہوئے بعض حواشی کا بطور نمونہ ذکر کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نبیوں اور رسولوں کے غلبہ سے متعلق خدا تعالیٰ کی ابدی سنت کا ذکر کرتے ہوئے "الوصیت" میں تحریر فرماتے ہیں:-

"(اللہ تعالیٰ) دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے (۱) اوّل خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے (۲) دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائے گی اور خود جماعت کے لوگ بھی تردّد میں پڑ جاتے ہیں اور ان کی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بدقسمت مرتد ہونے کی راہیں اختیار کر لیتے ہیں۔ تب خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے ..... جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وقت میں ہوا جب کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی موت ایک بے وقت موت سمجھی گئی اور بہت سے بادیہ نشین نادان مرتد ہو گئے۔ اور صحابہؓ بھی مارے غم کے دیوانہ کی طرح ہو گئے۔ تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا اور اسلام کو نابود ہوتے ہوتے تھام لیا اور اس وعدے کو پورا کیا جو فرمایا تھا ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امناً ..... ایسا ہی حضرت موسےٰ علیہ السلام کے وقت میں ہوا ..... ایسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ معاملہ ہوا ..... سو اے عزیزو جب کہ قدیم سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلا دے سو اب ممکن نہیں کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے" (الوصیت)

اس عبارت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قدرت ثانیہ کے معنے اپنے قلم مبارک سے آیت استخلاف تحریر کر کے کھول دیئے ہیں اور تاریخ اسلام سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی معین مثال دے کر سمجھا دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ میں بھی آیت استخلاف کے مطابق قدرت ثانیہ کا ظہور فرمائے گا جس سے خوف و حزن کا زمانہ امن و مسرت میں بدل جائے گا۔ دیکھیے یہاں کسی انجمن کا تذکرہ نہیں بلکہ حضرت ابوبکر جیسے جلیل القدر خلیفہ کا ذکر ہے مگر جناب مولوی محمد علی صاحب چونکہ خلافت سے مقاطعہ کرنے کا فیصلہ فرما چکے تھے اس لئے انہوں نے اس واضح ارشاد کو اپنے مطلب کے معنے پہنانے اور اپنے خیالات میں ڈھالتے ہوئے خاص طور پر ایک حاشیہ دے دیا جس میں لکھا:-

"امر مشترک ان تینوں مثالوں میں خلفاء کا سلسلہ ہرگز نہیں کیونکہ حضرت موسےٰ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے تو خلفاء ہوئے اور ہونے چاہیئے تھے کیونکہ وہ صاحب شریعت نبی دو سلسلوں کے بانی تھے حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد جو خود خلیفہ تھے کوئی خلفاء کا سلسلہ نہیں۔"

مزید لکھا کہ:-

"امر مشترک ان تینوں مثالوں میں یہ ہے کہ جماعت کی ایسی کمزور حالت کے وقت ایک نبی یا مامور وفات پاتا ہے اللہ تعالیٰ پھر اپنی تائید اور نصرت اس جماعت کے شامل حال کرتا ہے اور بس خواہ وہ نصرت کسی طرح پر ہو ..... ان ماموروں کے بعد جو خود کسی نبی کے خلیفہ ہو کر آتے ہیں۔ یہ تائید برنگ خلفاء نہیں ہوتی کیونکہ وہ تو خود خلیفہ ہوتے ہیں اور خلافت در خلافت ایک بے معنے بات ہے" (ص۵)

محض مفروضہ

جناب مولوی صاحب کا یہ تمام تر استدلال اوّل تا آخر صرف اس مفروضہ پر قائم ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ چونکہ مثیل ناصری تھے اور حضرت مسیح کے بعد خلفاء کا کوئی سلسلہ نہیں ہوا لہٰذا حضور کے بعد بھی خلافت جاری نہیں ہو سکتی۔ اس خود ساختہ نظریہ کے ردّ و ابطال میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کافی ہے کہ

"ما کانت نبوۃ قط الا تبعتھا خلافۃ" (ابن عساکر)

یعنی کبھی کوئی نبوت ایسی نہیں ہوئی کہ اس کے بعد خدا نے خلافت نہ قائم کی ہو۔ پس یہ کہنا کہ حضرت مسیح علیہ السلام چونکہ غیر تشریعی نبی تھے اس لئے آپ کے بعد خلفاء کا سلسلہ نہیں چلا صحیح نہیں ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ اندریں صورت ان تینوں مثالوں میں جزو مشترک سوائے خلافت کے کسی دوسری چیز کو قرار نہیں دی جا سکتی علاوہ ازیں خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے الحکم ۱۴ اپریل ۱۹۰۸ء میں واضح فرما دیا ہے کہ انبیاءؑ ماموریں کی وفات کے بعد قوم پر سبب بھاری ابتلاء آتا ہے تو اس کے بد اثرات سے رد کے اور دین کو دوبارہ مستحکم کرنے کے لئے خلفاء ہی بھیجے جاتے ہیں چنانچہ حضور فرماتے ہیں:-

"جب کوئی رسول یا مشائخ وفات پاتے ہیں تو دنیا میں ایک زلزلہ آجاتا ہے اور وہ ایک بہت ہی خطرناک وقت ہوتا ہے مگر خدا کسی خلیفہ کے ذریعہ اسے مٹاتا ہے اور پھر گویا از سر نو اس کے ذریعہ استحکام ہوتا ہے"

کیا قدرت ثانیہ سے مراد تائید و نصرت ہے؟

پس بلاشبہ "الوصیت" میں جس قدرت ثانیہ کا وعدہ دیا گیا ہے اس سے مراد خلافت ہی ہے اس کی تائید مزید حضور کے اگلے الفاظ سے بھی ہوتی ہے چنانچہ حضور فرماتے ہیں:-

"تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے سامنے بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی"

(الوصیت ص۶)

ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ قدرت ثانیہ کا ظہور حضور کی وفات کے بعد ہوگا اب اگر قدرت ثانیہ فقط تائید و نصرت کا نام ہے تو ماننا پڑے گا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا زمانہ الٰہی تائید و نصرت سے معاذ اللہ سراسر خالی تھا۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ کوئی سچا اور مخلص احمدی یہ خیال کر ہی نہیں سکتا۔ پھر حضور علیہ السلام نے صرف یہی وضاحت نہیں فرمائی کہ قدرت ثانیہ حضور کے بعد ظاہر ہوگی بلکہ چند سطروں کے بعد غیر مبہم لفظوں میں تحریر فرمایا ہے:- "میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور میں خدا کی مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض دوسرے وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے"

کیا اس ارشاد کے بعد بھی اس تصور کی کوئی گنجائش ہے کہ قدرت ثانیہ سے مراد خلفاء نہیں محض تائید و نصرت خداوندی ہے لیکن قارئین حیران ہوں گے کہ حضور کی اس صراحت کے باوجود کہ قدرت ثانیہ بعض وجودوں کی صورت میں نمودار ہوگی جناب مولوی محمد علی صاحب ایم اے "الوصیت" کے ایک اور حاشیہ میں لکھتے ہیں:-

"باقی رہے یہ لفظ کہ میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو قدرت ثانی کا مظہر ہوں گے ان سے یہ نہیں پایا جاتا کہ وہ خلفاء ہوں گے اگر حضرت صاحب کا یہ منشاء ہوتا تو یوں تحریر فرماتے کہ میرے بعد میرے خلفاء ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے بعض اور وجود کا لفظ صاف بتاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود کے ذہن میں کوئی سلسلہ خلفاء نہ تھا"

(الوصیت حاشیہ ص۶ الف)

"الوصیت" کے پس پشت ڈالنے اور اس کے الفاظ سے کھیلنے کی اس سے زیادہ افسوسناک مثال کوئی نہیں ہو سکتی۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک طرف "قدرت ثانیہ" کو "دائمی" قرار دیتے ہیں اور اس کا سلسلہ قیامت تک ممتد بتاتے ہیں اور دوسری طرف فرما رہے ہیں کہ قدرت ثانیہ کے مظہر "بعض وجود" ہوں گے تو کیا اس سے لازم نہیں آتا کہ قدرت ثانیہ کے مظہر وجودوں یعنی خلفاء کا سلسلہ دائمی ہوگا

انکار خلافت کی مایہ ناز دلیل

جناب مولوی محمد علی صاحب نے ختم خلافت کے نظریہ کو سہارا دینے کے لئے "الوصیت" کے حواشی میں غالباً سب سے بڑی اور مایہ ناز دلیل یہ پیش فرمائی ہے کہ:-

"یہ بیان کر دینے کے بعد آپ کی وفات کے بعد یہ ضروری ہے کہ جماعت کی ترقی ہوتی رہے ..... اپنے نام پر بیعت لینے کے ارشاد کے ساتھ ہی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ آپ کی جماعت کے ذریعہ سے یورپ اور ایشیا وغیرہ متفرق آبادیوں میں لوگوں کو دین واحد پر جمع کرے سو یہاں یہ بیان فرمایا کہ اپنی زندگی میں تو خود آپ لوگوں کو بیعت میں داخل کرتے تھے آپ کے بعد چاہیئے کہ جماعت کے بزرگ جو نفس پاک رکھتے ہیں آپ کے نام پر بیعت لیں

یعنی لوگوں کو آپ کی بیعت میں داخل کرتے رہیں ان الفاظ میں بھی ایک شخص کی بیعت لینے کا ذکر نہیں ہے بلکہ جمع کا صیغہ استعمال کر کے بتا دیا ہے کہ ایک ہی وقت میں بہت سے بزرگ لوگوں کو آپ کی بیعت میں داخل کر سکتے ہیں۔"

آگے لکھتے ہیں:۔

"ان الفاظ کو پڑھ کر خواجہ کمال الدین صاحب نے حضرت مسیح موعود سے عرض کیا کہ اس طرح پر تو گاؤں گاؤں میں خلیفہ ہو جائے گا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اس میں کیا حرج ہے۔"

(حاشیہ الوصیت ص۲ الف)

اس امر سے قطع نظر کہ جناب خواجہ صاحب مرحوم کے سوال کے جواب میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا ارشاد فرمایا۔ یہ صداقت بالکل عیاں ہو جاتی ہے کہ بیعت لینے والے بزرگ جناب خواجہ کمال الدین صاحب کی نظر میں خلفاء ہی ہوں گے جس سے الوصیت کی رو سے بھی سلسلہ خلافت کا جاری ہونا ثابت ہو جاتا ہے اور اسی لئے انہوں نے حضرت خلیفہ اوّل کے سامنے یہ اقرار کیا کہ

"میں آپ کا حکم بھی مانوں گا اور آنے والے خلیفوں کا حکم بھی مانوں گا۔"

(اندرونی اختلافات سلسلہ احمدیہ کے اسباب ص۲۷)

اب حضرت مسیح موعود کے کسی فرمان اور اس عہد اطاعت کا یہ مطلب تو بہر حال نہیں لیا جا سکتا کہ بیک وقت کئی خلفاء ہو سکتے ہیں کیونکہ شریعت اسلامیہ کی رو سے ایک وقت میں صرف ایک ہی خلیفہ کی بیعت ہو سکتی ہے پس حضور کی تحریر سے کوئی ایسے معنے اخذ کرنا جس سے شریعت کے کسی حکم کی منسوخی لازم آئے ہرگز جائز نہیں اور حضور کے ان الفاظ کا اگر کوئی مطلب متعین ہوتا ہے تو صرف یہ کہ خلیفہ وہی منتخب ہو گا جس پر ابتداء میں کم از کم چالیس مومنوں کا اتفاق رائے ہو اور یہی دستور خلفائے اسلام میں رہا ہے کہ ابتداء فوری طور پر ایک تعداد ان کے ہاتھ پر بیعت کرتی رہی ہے پھر اس کے بعد دور دور کے لوگ اس بیعت میں شریک ہوتے گئے اور چونکہ خلفاء کا ایک سلسلہ اور دائمی سلسلہ اور قیامت تک چلنے والا ایک سلسلہ مقدر تھا اس لئے حضور علیہ السلام نے جمع کا صیغہ استعمال فرما دیا۔ چنانچہ آیت استخلاف میں بھی خلفاء کے لئے جمع کا صیغہ ہی استعمال ہوا ہے مگر تعامل نے ثابت کر دیا کہ خلیفہ برحق ایک وقت میں ہمیشہ ایک ہی ہوتا ہے۔

حواشی میں جناب مولوی صاحب موصوف نے جو "اسرار و نکات" بکھیرے ہیں ان کا استقصاء تو اس مختصر سے مضمون میں نہیں ہو سکتا مگر ان چند مثالوں ہی سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ جناب امیر غیر مبائعین کے قلم سے کس طرح "الوصیت" کی عبارتوں کا مفہوم بدل کر ان کو اپنے رنگ میں ڈھالنے کی اور ان میں ایک نیا رنگ بھرنے کی کوشش فرمائی ہے۔ خدا کے پیارے مسیح کی "الوصیت" کو پامال کرنے کا خمیازہ ان کو اور ان کی جماعت کو یہ بھگتنا پڑا کہ ان سے "الوصیت" پر عمل کرنے کی قوت ہی سلب ہو گئی اور وہ نظام الوصیت جسے دراصل چلانے کی خاطر صدر انجمن احمدیہ کا قیام عمل میں لایا گیا تھا ان سے ہمیشہ کے لئے چھن گیا اور یہ سعادت جماعت قادیان کے حصہ میں آئی کہ اسے ترقی دینے اور رائج کرنے کی خدمات میں وہ راہ بہ مصروف عمل ہے اور انشاء اللہ قیامت تک رہے گی جناب مولوی محمد علی صاحب خود ہی اپنے جرم کا اعتراف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"اب میں وہ بات بتلانا چاہتا ہوں جو ہمارے کام میں کمزوری کی وجہ ہوئی ہے۔ آپ شاید یہ خیال کریں گے کہ میں بڑی بڑی وجوہات بیان کروں گا۔ نہیں وہ بات بالکل مختصر ہے ہم نے الوصیت کو علمی رنگ میں تو لے لیا اس پر اپنے نظام کی بنیاد رکھی لیکن افسوس ہم نے اس کے عملی حصہ کی طرف توجہ نہ دی موجودہ کمزوری اور سست رفتاری کی وجہ یہی فرو گزاشت ہے حقیقت میں جو کچھ خدا دیتا ہے انسان کے اعمال کے مطابق ہی دیتا ہے اگر ان کو نتیجہ اپنے منشاء کے مطابق نہ ملے تو اس کا سبب اس کو اپنی جان اور عمل میں تلاش کرنا چاہیئے۔

جماعت نے الوصیت کے عملی حصہ کو اختیار کرنے میں کمزوری دکھائی اور اس کی وجہ سے خود کمزور ہو گئی۔ اس بارہ میں سب سے زیادہ قصوروار وہ شخص ہے جو اس وقت تمہارے سامنے کھڑا ہے گناہ کے اس احساس کے ساتھ جو کہ ایک بدترین گنہگار کو ہو سکتا ہے میں اس قصور اور کوتاہی کا

اقرار کرتا ہوں کہ سب سے زیادہ کمزوری میں نے دکھلائی ہے"

(پیغام صلح ۱۴ر جنوری ۱۹۳۷ء کالم ۳)

جب امام کی یہ حالت ہو تو مقتدی خدا کے مامور کی "الوصیت" کا کیا احترام کر سکتے ہیں؟ چنانچہ جناب مولوی محمد علی صاحب کی آنکھ بند ہوتے ہی ان کے ساتھیوں کی باطنی کیفیت بھی بالکل عیاں ہو گئی کہ یہ حضرات جو الوصیت سے عقیدت والفت کا دم بھرتے ہیں کہاں تک اپنے دعوی میں صادق ہیں یہ داستان بہت المناک ہے بہر حال اس وقت جناب مولوی محمد یعقوب خاں صاحب کا صرف ایک اقتباس بطور نمونہ درج کر کے اپنے مضمون کے آخری حصہ تک پہنچنا چاہتا ہوں آپ اپنے فریق کے ایک سابق صدر کی کارروائیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"خدا کی شان بیسویں صدی میں یہ آمریت اور وہ بھی مذہب کے نام پر اور اس جماعت کے صدر کی حیثیت سے جس کے لئے مامور وقت کی وصیت تھی کہ ہر ایک قومی معاملہ کا فیصلہ انجمن کی کثرت کا ہو گا مگر ۲۶ر دسمبر کی رات کو سابق صدر نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس وصیت کو دو دفعہ پاؤں تلے روندا ..... سابق صاحب صدر نے دو سال تک مامور کی اس سنہری وصیت کو ٹھکرایا اور قوم کی آواز کو اٹھنے نہیں دیا جہاں بھی دیکھا کہ کوئی دوست جرأت ایمانی سے کام لے کر ان کے مونہہ پر کلمہ حق کہہ رہا ہے اسے مورد عتاب کیا اور جو بھی ہاں میں ہاں ملاتا اسے "انعامات خسروانہ" سے نوازا اور اپنے گرد صرف چند حاشیہ برداروں کو جمع کیا جن کا کام صرف اس قدر تھا کہ ان کے اقتدار کو برقرار رکھنے کی مہم جاری رکھیں ..... تحریک ایک لاش بن گئی تھی اور چند آدمی اسے نوچ نوچ کر کھا رہے تھے۔"

(پیغام صلح ۲۲ر فروری ۱۹۵۲ء)

ایک فیصلہ کن آسمانی شہادت

اب میں بالآخر ایک مقتدر غیر مبائع بزرگ سید اسد اللہ شاہ صاحب کی ایک آسمانی شہادت پیش کرتا ہوں جس سے یہ مسئلہ بالکل طے ہو جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد انجمن کے باوجود خلفاء کا سلسلہ چلے گا۔ رسالہ روح اسلام ماہ جولائی ۱۹۵۶ء میں شاہ صاحب کی یہ شہادت مندرجہ ذیل الفاظ میں لکھی ہے:-

"جب حضرت مسیح موعود کی وفات ہوئی تو اس وقت میں قادیان کے قریب ایک گاؤں میں گرداوری کر رہا تھا کہ ایک دوست جو کہ غیر احمدی تھا آ کر کہنے لگا کہ شاہ صاحب آخر انگریزوں نے مرزا صاحب کو مروا ہی دیا میں نے اس کو جواب دیا کہ نہ انگریز نہ تم لوگ اس شیر کو مروا سکتے ہو اور نہ وہ مر سکتا ہے وہ برابر خدا کے فضل و کرم سے عزّ آرہا ہے۔ اس پر اس نے کہا حضرت میں مذاق نہیں کرتا میں ابھی سیدھا قادیان سے آیا ہوں اور میں خود ان کی نعش مبارک جو لاہور سے آئی تھی لوگوں کو دفناتے دیکھ کر آیا ہوں یہ بات سن کر میں فوراً قادیان کو روانہ ہوا۔ اس وقت وہاں پہنچا جب شام ہو چکی تھی اور جماعت حضرت مولانا نورالدین صاحب کی بیعت کر چکی تھی یہ ۲۷ر مئی ۱۹۰۸ء کا دن تھا۔ میں اس وقت حضرت صاحب کی قبر پر جانا چاہتا تھا لیکن اندھیرے اور راستے کی خرابی کے باعث جا نہ جا سکا۔ خیر رات کو تہجد میں دعا کر رہا تھا تو خیال آیا کہ حضرت مولوی نورالدین صاحب کے بعد کون خلیفہ ہو گا آواز آئی بشیر الدین محمود (رسالہ میں مزید لکھا ہے کہ اس کے ساتھ ہی یہ بتایا گیا مگر وہ آتے ہی مرتدع ہو جائے گا۔ مرتدع کے معنے آگے چل کر یہ لکھے ہیں کہ وہ تیر ہو نشانے پر نہ بیٹھے۔ اگر یہ حصہ روایت درست ہے تو یقیناً اس میں یہ بتانا مقصود ہے کہ حضرت خلیفہ ثانی اپنے راستے کے تیروں یعنی دعاؤں سے جماعت کو متحد رکھنے کی کوشش کریں گے مگر تیر نشانہ پر نہیں بیٹھیں گے یعنی ادھر آپ مسند خلافت پر رونق افروز ہوئے ادھر ایک حصہ جماعت خلافت سے منحرف ہو کر ہمیشہ کے لئے مرکز سے کٹ جائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ناقل) ..... پھر

میں نے کہا کہ اس کے بعد کون ہوگا ایک نہایت ہی سریلی اور لمبی آواز آئی "صادق" یہ آواز دیر تک میرے کانوں میں گونجتی رہی"۔ (ص ۵۵)

یاد رہے سید اسد اللہ شاہ صاحب غیر مبائع اصحاب کے نزدیک عہد حاضر کے ایک حق نما وجود تھے اور ملہم ہونے کے باعث خدا کے نشانوں میں سے ایک نشان۔ پس آپ کی یہ الہامی شہادت ہر غیر مبائع کے لئے حجت ناطقہ ہے جس سے دو امور قطعی طور پر ثابت ہوتے ہیں۔

اوّل یہ کہ شاہ صاحب مرحوم حضرت خلیفہ اوّل کے زمانہ تک یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ آئندہ بھی خلیفے ہوں گے اور سلسلہ خلافت حضرت خلیفہ اوّل کی ذات کے بعد ختم نہیں ہو جائے گا ورنہ انہیں اللہ تعالیٰ سے آئندہ خلفاء کی نسبت دعا کر کے راہ نمائی حاصل کرنے کا خیال ہی کیونکر ہو سکتا تھا۔

دوم دوسری بات اس روایت سے یہ ثابت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں بھی حضرت خلیفہ اوّل کے بعد شخصی خلافت کا جاری رہنا مقدر ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئندہ خلفاء کا معین نام بتانے کی بجائے شاہ صاحب پر سخت عتاب نازل ہوتا کہ جب ہمارا مامور و مرسل انجمن کو اپنا حقیقی اور اصلی جانشین و خلیفہ قرار دے چکا ہے تو اب آئندہ خلیفہ کیسا اور خلافت کیسی!؟

خلاصہ یہ کہ احمدیت میں سلسلہ خلافت کے قائم دائم رہنے پر حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت خلیفہ اوّل کی تصریحات کے علاوہ غیر مبائعین کے سامنے اُن کے ایک بزرگ کی الہامی شہادت بھی موجود ہے مگر افسوس پھر بھی ہمارے ان بچھڑے ہوئے دوستوں کو انکارِ خلافت پر ہی اصرار ہے کیا کوئی ان میں ایک بھی ایسا خدا ترس غیر مبائع نہیں جو ان حقائق کی روشنی میں اپنے موجودہ موقف پر نظر ثانی کرنے کے لئے تیار ہو۔ مبارک ہیں وہ جو حق و صداقت کی آواز پر لبیک کہتے ہیں کہ سب برکتوں اور رحمتوں کے دروازے انہی پر کھولے جائیں گے اور آسمانی خزانوں کی چابیاں انہی کو عطا ہوں گی

؎ ہمیں کچھ کیں نہیں بھائیو نصیحت ہے غریبانہ
کوئی جو پاک دل ہووے دل و جاں اس پہ قرباں ہے

ادائیگی زکوٰۃ اموال کو بڑھاتی
اور
تزکیۂ نفوس کرتی ہے

ضرورتِ خلافت — عقلی دلائل کے رُو سے

محترم جناب مولینا ابوالعطاء صاحب

خلافت، نیابت اور جانشینی کا نام ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے بعد جس خلافت کی ضرورت ہوتی ہے وہ درحقیقت نبوت کا تتمہ ہوتی ہے۔ اور اس کی ضرورت جس طرح نقلی دلائل سے ثابت ہے اسی طرح اس کی ضرورت عقلی دلائل سے بھی واضح اور عیاں ہے۔ پہلے یہ طے کر لینا چاہیئے کہ خلافتِ نبوت کی حقیقت کیا ہے؟ سو یاد رکھنا چاہیئے کہ نبی ایک مقصدِ عظیم کی خاطر مبعوث ہوتا ہے وہ تیرہ و تار دنیا کو منور کرنے اور گناہوں میں لت پت بنی نوعِ انسان کو پاک و مطہر بنانے کے لئے آتا ہے۔ فسق و فجور میں مبتلا انسانوں کو با اخلاق، باخدا بلکہ خدا نما بنانا اس کا مقصد ہوتا ہے۔ وہ حق کا منادی ہوتا ہے اور باطل کو مٹانا اس کا نصب العین ہوتا ہے۔ وہ معاشرہ کی بنیادوں کو نئے طور پر تقویٰ و طہارت پر استوار کرنے کے لئے آتا ہے۔ یہ ایک عظیم مقصد ہے اور اس کیلئے بڑی لمبی اور پیہم جد و جہد کی ضرورت ہوتی ہے۔ نبی بہر حال انسان ہوتا ہے اور اسے دنیوی زندگی کو پورا کر کے آخر کار اس دنیا سے جانا ہوتا ہے۔ اسکے اس عظیم مقصد کو جاری رکھنے اور پورا کرنے کے لئے بطور نمائندہ جو شخص کھڑا ہوتا ہے وہ نبی کا خلیفہ ہوتا ہے۔ اور اس کا یہ کام خلافت کہلاتا ہے۔ اس لئے خلافت کی حقیقت سمجھ لینے کے بعد امر مزید غور کریں کہ آیا عقلاً نبی کے بعد خلیفہ کی ضرورت ہوتی ہے یا نہیں۔

خلافت کی ضرورت پر پہلی عقلی دلیل

نبی خدا کا پیغام لیکر آتا ہے وہ خدا کے حکم سے کھڑا ہوتا ہے۔ نبی دو قسم کے ہوتے ہیں۔ اوّل وہ جو نئی شریعت جاری کرنے کے لئے مبعوث ہوتے ہیں۔ دوم۔ وہ جو سابقہ شریعت پر عمل کرانے کیلئے آتے ہیں۔ ہر دو قسم کے نبیوں کا کام اپنی اپنی جگہ پر نہایت ہی اہم ہوتا ہے۔ کیونکہ ہر نبی کی مخالفت ہوتی ہے۔ لوگ اس کا مقابلہ کرتے ہیں۔ جن کے لئے وہ نئی شریعت لاتا ہے وہ اس لئے جزبز ہوتے ہیں کہ انہیں نیا آسمانی قانون گوارا نہیں ہوتا اور وہ لکیر کے فقیر ہونے کی وجہ سے نبی کی آواز پر کان دھرنے کیلئے تیار نہیں ہوتے۔ وہ ڈٹ کر اپنے پیغمبر کا مقابلہ کرتے ہیں۔ اور نبی کی زندگی کا ایک بڑا حصہ ان نادان لوگوں کو سمجھانے میں گزر جاتا ہے۔ بڑی مشکل اور خاصی جد و جہد کے بعد ایک گروہ نبی کی آواز پر لبیک کہتا ہے اور اس کی لائی ہوئی شریعت کو اپنانے کے لئے آمادہ ہوتا ہے۔ ہاں جو نبی سابقہ شریعت کی تنفیذ اور اجراء کے لئے آتے ہیں ان کا کام بظاہر تشریعی انبیاء کے کام سے آسان تر نظر آتا ہے۔ مگر درحقیقت ان کے لئے بھی سخت مشکلات درپیش ہوتی ہیں۔ سابقہ شریعت کے نام نہاد پیرو اس غیر تشریعی نبی کی ضرورت کو ہی ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ انہیں غرور ہوتا ہے کہ ہم اہلِ کتاب ہیں شریعت ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ ہمیں کسی اور آسمانی نبی کی ضرورت کیا ہے۔ جسطرح تشریعی نبی کے لئے نئی شریعت کی ضرورت منوانا کارِ دارد ہوتا ہے۔ اسی طرح غیر تشریعی نبی کے لئے اپنی ضرورت اور اپنے مشن کی اہمیت کا اقرار کروانا سخت کٹھن مرحلہ ہوتا ہے۔ وقت کے فریسی اور علماء اس کی ضرورت کا اعتراف کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ اور پھر اس کی اطاعت و فرمانبرداری کا دوسرا مرحلہ بھی کافی مشکل ہوتا ہے۔ اہلِ کتاب کے لئے غیر تشریعی نبیوں پر ایمان لانا اور اپنے علم کے غرور سے بچنا کافی مشکل کام ہوتا ہے۔ ہر دو قسم کے انبیاء اپنی زندگیوں کا ایک بڑا حصہ اسی کشمکش میں بسر کرتے ہیں۔ برسوں کی جانفشانی کے بعد ان کے اردگرد ایک مقدس جمعیت اکٹھی ہوتی ہے وہ ان مومنوں کو اپنی آغوشِ تربیت میں لیتے ہیں۔ مگر زیادہ دیر نہیں گزرتی کہ انہیں پیغامِ رحلت پہنچ جاتا ہے۔ مقامِ نبوت پر نبی عام طور پر چالیس برس یا چالیس برس کے بعد سرفراز ہوتا ہے۔ ابتدائی جانکاہ جد و جہد اور انتہائی جان سوزی کے نتیجہ میں انبیاء کی جسمانی صحت پر کافی اثر پڑتا ہے اور وہ اپنی پوری سعی و کوشش اور کامل انہماک کی وجہ سے بہت زیادہ لمبی عمر نہیں پا سکتے۔ بلکہ تاریخ سے ثابت ہے کہ جتنا جتنا کسی نبی کو غیر معمولی کام کرنا پڑا اور جتنی جتنی کسی نبی کو غیر معمولی کامیابی حاصل ہوئی۔ اتنا ہی اس کی عمر کم نظر آتی ہے۔ قانونِ قدرت ہر جگہ کام کرتا ہے اور انسان کی قوتیں اور طاقتیں بہر حال محدود ہیں۔

اب قابلِ غور امر یہ ہے کہ آیا نبی کے ناتمام کام کو اور اسکی جماعت کی ادھوری تربیت کو اسی طرح چھوڑ کر نبی کے فوت ہو جانے سے اللہ تعالیٰ کا مقصد پورا ہو سکتا ہے؟ اور نبی کے لئے اس طرح فوت ہو جانا خود اس کے لئے بھی مسرت و اطمینان کا موجب ہو سکتا ہے؟ جواب ظاہر ہے کہ اگر نبی کی نبوت کا عظیم مقصد ناتمام رہتا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کا منشاء نہیں ہو سکتا اور اگر نبی کے ننھے پودے اسی طرح خشک ہونے دئے جائیں تو نبی کو اطمینان اور تسلی حاصل نہیں ہو سکتی۔

پس انسانی عقل کہتی ہے کہ جب خداوند تعالیٰ موجود ہے اور وہی انبیاء کو مبعوث فرماتا ہے اور اسی نے انبیاء کی بعثت کے لئے عظیم مقصد مقرر فرمایا ہے وہ نئی شریعت کا قیام ہو یا سابقہ شریعت کا اجراء ہو بہر حال ایک عظیم مقصد ہے اور پھر اللہ تعالیٰ نے ہی نبیوں کو سب سے زیادہ حساس اور باشعور دل عطا فرمائے ہیں۔ لہٰذا ان سب حالات کا تقاضا ہے۔ کہ نبیوں کے مقاصد کو ناتمام نہ چھوڑا جائے اور ان کے لگائے ہوئے باغ کو ویران ہونے سے محفوظ رکھا جائے۔ عقلاً یہ کام اور یہ حفاظت خلافت ہی کے ذریعہ ہو سکتی ہے۔ بے شک نبی اس دنیا سے کوچ کر جائے۔ مگر اس کا حقیقی جانشین اور اس کی روحانیت کا نائب و خلیفہ دنیا میں موجود رہے تا وہ مشن پایۂ تکمیل کو پہنچے جس کی خاطر اللہ تعالیٰ نے نبی کو مبعوث فرمایا تھا۔ عقلاً ایسا ہونا ضروری ہے۔

خلافت کی ضرورت پر دوسری عقلی دلیل

نبوت خدا تعالیٰ کی ہستی اور توحید پر دلیل ہوتی ہے اور اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت نمائی کرتا ہے۔ نبی توحید کے قائم کرنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے اس کی زندگی کا ہر لمحہ اسی کے لئے وقف ہوتا ہے اس کی وفات بھی توحید پر دلیل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے حالات پیدا فرماتا ہے جن کی وجہ سے نبی کی ہستی کو عرشِ الوہیت پر نہ بٹھایا جا سکے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا جوڑا پیدا فرمایا ہے۔ فرماتا ہے:۔

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا
زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ

کہ ہم نے اس لئے ہر چیز کا جوڑا بنایا ہے تا تم نصیحت حاصل کرو۔

نبوت کا جوڑا خلافت ہے۔ نبوت کے پروگرام کی تکمیل خلافت کے ذریعہ ہوتی ہے۔ نبوت کے مقاصد کو پورا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے سلسلۂ خلافت کو قائم فرماتا ہے اور عقلاً بھی ایسا ہونا ضروری ہے۔ نبوت کے اہم مقاصد نبی کے زمانہ میں نمایاں حد تک پورے ہو جاتے ہیں۔ لیکن ان کی پوری تکمیل ان کی زندگی میں نہیں ہوتی بلکہ نہیں ہو سکتی۔ اور ایسا ہونا خود مقاصدِ نبوت میں شامل ہے۔ تا اللہ تعالیٰ کی توحید حقیقی رنگ میں قائم رہے۔ اور لوگوں میں نبی کی شخصیت کو بھی خدا قرار دینے کا رجحان پیدا نہ ہو سکے یہ ایک عجیب ماجرا ہے کہ فتوحات کا دور نمایاں رنگ میں خلفاء کے زمانہ میں شروع ہوتا ہے۔ مادی ترقیات اسی عہد میں زیادہ حاصل ہوتی ہیں۔ اگرچہ ان فتوحات اور ترقیات کی بنیاد خود نبی کے ہاتھوں رکھی جاتی ہے۔ مگر ان کا نمایاں ظہور خلافت کے وقت میں ہوتا ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کی خاص مصلحت کے ماتحت ہوتا ہے اور یہ خود خلافت کی ضرورت پر ایک دلیل ہے۔ غرض اگر خلافت کا سلسلہ جاری نہ ہو تو نبوت کی غرض و غایت کا کامل ظہور نہیں ہو سکتا۔ اور مقاصدِ نبوت ناتمام رہ جاتے ہیں۔ پس ضرورتِ خلافت ظاہر و باہر ہے۔

خلافت کی ضرورت پر تیسری عقلی دلیل

نبی کی آواز پر لبیک کہنے والے لوگ مختلف طبقات اور مختلف خیالات رکھنے والے لوگوں میں سے ہوتے ہیں۔ وہ پہلے قومی تفاخر اور دوسری مذموم رسوم کا شکار ہوتے تھے۔ نبی پر ایمان لانے کے بعد انہیں مساوات اور یکجہتی پیدا ہوتی ہے اور سابق رجحانات و میلانات معدوم ہو جاتے ہیں یا دب جاتے ہیں۔ نبی کے عہدِ سعادت مہد میں آسمانی نشانات کی بارشیں ایک طرف اور مخالفین کی جانب سے دشمنی و عداوت کے طوفان دوسری طرف مومنوں میں اتفاق و اتحاد کے لئے اکسیرِ اعظم کا حکم رکھتے ہیں۔ اور پھر نبی کی مقناطیسی قوت ان سب کو اپنی طرف کھینچے رکھتی ہے۔ اور وہ سب شمع کے گرد پروانوں کی طرح جمع رہتے ہیں۔ یہ اتفاق و اتحاد ایک عظیم ترین نعمت ہے۔ جو نبی کے مقدس وجود کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بار بار اس نعمت کی قدردانی کی طرف توجہ دلائی ہے۔ نبی کی وفات کے ساتھ یہ قوتِ جامعہ کم ہو جاتی ہے اور عظیم خطرہ پیدا ہو جاتا ہے کہ مومنوں کا شیرازہ درہم برہم نہ ہو جائے اور پہلے کی سی ابتر حالت عود نہ کر آئے۔ مقاصد میں کمزوری اور وحدت میں تفرق و تشتت کا شدید خطرہ ہوتا ہے۔ اسی خطرہ کے پیشِ نظر دشمن خوش ہوتے ہیں اور مومن سہمے سہمے ہوتے ہیں۔ بظاہر نظر آتا ہے کہ نبی کا پیدا کردہ

باغِ وحدت افتراق کی خزاں کا شکار ہو جائے گا اور نبی کی محنت رائیگاں چلی جائے گی۔ اب ظاہر ہے کہ اس وقت یہی ضرورت ہے ایسے وجود کی جو مومنوں کی جماعت کے شیرازہ کو قائم رکھے اور ان میں اتفاق و اتحاد کی فراوانی کا باعث ہو۔ ایسا روحانی وجود خلیفہ کہلاتا ہے۔ اسی کے ذریعہ سے جماعت میں یکجہتی اور وحدت قائم رہتی ہے۔ اور مومنوں کے دل محسوس کرنے لگتے ہیں کہ ہم اپنے روحانی باپ دنبی) کی وفات کے بعد بھی بے سہارا نہیں ہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے رنگ میں اور دوسری قدرت کے ذریعہ ہماری دستگیری فرمائی ہے۔ یہ مضبوط احساس مساوات اور اخوتِ ایمانی کے پنپنے کا زبردست ذریعہ بن جاتا ہے۔ اس مرحلہ پر دشمنوں کو پھر ایک مایوسی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔ اور ان کی جھوٹی خوشیوں پر اوس پڑ جاتی ہے۔ غرض خلافت اسلامی جماعت کی شیرازہ بندی کا محکم ترین ذریعہ ہے۔ اگر یہ درست ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی کے ذریعہ مومنوں میں اخوت اور وحدت پیدا کرتا ہے اور یقیناً درست ہے۔ تو پھر عقلاً یہ بھی ضروری ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نبی کی وفات کے عظیم صدمہ کے وقت خود دستگیری فرمائے۔ اور جماعت مومنین کی اخوت اور وحدت کو پائیدار بنانے کے لئے نبی کے بعد خلفاء قائم کرے اور نبوت کے بعد خلافت کی نعمت سے نوازے۔ پس خلافت شیرازہ بندی کا اہم ترین ذریعہ ہے۔ اس لئے اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

ضرورتِ خلافت پر چوتھی عقلی دلیل

نبی کی بعثت کی غرض نئی شریعت کا قیام ہو یا سابقہ شریعت کا احیاء ہو۔ بہر حال تعلیم اور تزکیہ کا ایک لمبا سلسلہ اسی کے ذریعہ شروع ہوتا ہے۔ نبی کی وفات سے اس میدان میں ایک خلا پیدا ہو جاتا ہے۔ مسلسل روحانی تعلیم اور روحانی تزکیہ کے لئے ایک زبردست نظام کی ضرورت ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں شریعت کا نفاذ مظلوموں کی حق رسی اور عدل و انصاف کا قیام بھی نظام کا مقتضی ہے۔ یہ طبعی نظام جس کے قیام میں مومنوں کا دخل ہوتا ہے اور جس کی اطاعت کرنا سب پر فرض ہوتا ہے اور جس کے ذریعہ مظلوموں کو حمایت حاصل ہوتی ہے۔ اور ان کے حقوق کی حفاظت ہوتی ہے۔ وہ صرف اسلامی خلافت کا ہی نظام ہے۔ اس نظام کے ذریعہ شریعت کے ظاہری احکام کی بھی تنفیذ ہوتی ہے۔ اور باطنی تربیت کا بھی انتظام کیا جاتا ہے۔ خلیفہ کی قوت قدسیہ سے مومنین کے دلوں کی روحانی تاروں میں ارتعاش جاری رہتا ہے۔ اور ان کی روحانی تربیت میں تسلسل قائم رہتا ہے۔ پھر خلیفہ کی نظامی قدرت سے شریعت کے ظاہری احکام کا اجراء ہوتا ہے۔ اور ہر قسم کے ظلم و بغاوت کا سدِ باب ہوتا ہے۔ جماعت کی اندرونی تنظیم میں بھی استحکام پیدا ہوتا رہتا ہے اور مخالفین کی سازشوں اور بُری تدبیروں کا بھی قلع قمع کیا جاتا ہے۔ یہ سب کچھ زبردست نظام کے بغیر ناممکن ہے۔

پھر نبی کے پیغام کی اشاعت اور اس کے لائے ہوئے دین کی ترقی کے لئے جو جدوجہد درکار ہے اور روحانی فوج کی تیاری کا جو عظیم مرحلہ ہے یہ سب کچھ نظام خلافت کے ذریعہ ہی پایۂ تکمیل کو پہنچتا ہے۔

نبی کی زبردست ترین شخصیت کے نظروں سے اوجھل ہو جانے پر نظام کو سنبھالنے کے لئے مضبوط روحانی شخصیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس کی دلوں پر گرفت ہو اور جس کے اشارے پر لوگ اپنی جانیں اور اپنے مال تک راہِ خدا میں نچھاور کرنے کے لئے تیار ہوں۔ وہ ایسی شخصیت چاہیئے جس کے تقرر میں ایک رنگ میں مومنوں کا بھی دخل ہے۔ کیونکہ یہ ایک ایسے روحانی نظام کا سوال ہے جس کے سر پر خدا کا ہاتھ ہو۔ ایسا نظام صرف خلافت کا نظام ہے۔ خلیفۂ وقت ہی وہ ہستی ہے جو ایک طرف نبوت کی کیفیتوں سے بہرہ ور ہوتی ہے۔ اور دوسری طرف اسے قوم کی طرف سے دلی انتخاب کا امتیاز حاصل ہوتا ہے اس لئے نظامِ خلافت کے ذریعہ ہی شریعت کا قیام اور نفاذ ہوتا ہے۔ اور اسی کے ذریعہ صحیح طور پر دین کو ترقی اور عظمت حاصل ہوتی ہے۔

پس خلافت کی ضرورت ہر طرح سے ثابت ہے۔ اس کی برکات واضح اور عیاں ہیں۔ اس کے فوائد بے شمار ہیں۔ کیا ہی خوش قسمت ہے جماعت احمدیہ جسے اللہ تعالیٰ نے اس نعمت سے نوازا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو خلافت کی برکات سے بہرہ ور فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

پاکستان ویسٹرن ریلوے

ٹنڈر نوٹس

چیف کنٹرولر آف پرچیز پی ڈبلیو ریلوے ایمپریس روڈ لاہور کو مندرجہ ذیل ٹنڈروں کے سلسلے میں کوٹیشنیں مطلوب ہیں۔

نمبر شمار	ٹنڈر نمبر سامان کی مختصر نوعیت اور مقدار	ٹنڈر فارم کی قیمت جس میں ڈاک اور پیکنگ کا خرچ بھی شامل ہے (ناقابلِ واپسی)	ڈرائنگ/سپیسیفکیشن (اگر درکار ہو) بذریعہ درخواست بقیمت مندرجہ ذیل چیف کنٹرولر آف پرچیز پی ڈبلیو آر ہیڈکوارٹرز آفس ایمپریس روڈ لاہور سے مل سکتی ہیں	تاریخ فروخت	وصولی کی تاریخ اور وقت	کھلنے کی تاریخ اور وقت
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۱	P6/115/D2-65 مختلف قسم کا چوبی فرنیچر ۳۳۳۵ عدد	۱۰/- روپے	۱۹/- روپے	۲۴ ۵/۶۵ تا ۱۲ ۶/۶۵	۱۴ ۶/۶۵ ۸ بجے صبح	۱۴ ۶/۶۵ ۹ بجے صبح
۲	P6/249/D4-64 تین ٹن کا ڈیزل ٹرک چاسس مع تین سیٹ ڈرائیورز کیب۔ ۳ عدد	۱۵/- روپے	×	۲۵ ۵/۶۵ تا ۱۴ ۶/۶۵	۱۵ ۶/۶۵ ۸ بجے صبح	۱۵ ۶/۶۵ ۹ بجے صبح

۲۔ ٹنڈر فارم (ناقابلِ منتقلی) دستخط کنندہ ذیل کے دفتر سے نیز ڈسٹرکٹ کنٹرولر آف سٹورز (انسپکشن) پی ڈبلیو ریلوے کراچی چھاؤنی سے جمعہ کے سوا تمام کام کے دنوں میں صبح ۹ بجے اور ۱۲ بجے دوپہر کے درمیان مندرجہ بالا قیمت نقد ادا کر کے یا بذریعہ منی آرڈر بھیج کر حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ (پوسٹل آرڈر چیک۔ بنک ڈرافٹ۔ گارنٹی بانڈ۔ بنک ڈیپازٹ رسیدیں اور نیشنل سیونگ سرٹیفکیٹ مذکورہ ٹنڈر فارموں کی قیمت کے طور پر قبول نہیں کئے جائیں گے۔

پیشکشیں صرف ان ہی ٹنڈر فارموں پر قبول کی جائیں گی۔

ٹنڈرسان ٹنڈر دہندگان کی موجودگی میں کھولے جائیں گے جو حاضر ہونا چاہیں گے۔

۳۔ کوئی ٹنڈر یا اس سے متعلق استفسار بارقم دستخط کنندہ ذیل کو اس کے نام پر نہ بھیجیں۔

اے حمید، پی آر ایس
چیف کنٹرولر آف پرچیز پی ڈبلیو ریلوے لاہور

بابو قاسم الدین صاحب امیر جماعت ہائے ضلع سیالکوٹ فرماتے ہیں:۔

اکسیر اٹھرا کی گولیوں کا معجزانہ اثر

شفاخانہ رفیق حیات ٹرنک بازار شہر سیالکوٹ کی تیار کردہ اکسیر اٹھرا کی گولیاں میں نے اپنے ایک عزیز کو استعمال کرائی ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان کا معجزانہ اثر ہوا۔ اس کی ڈلیوری کا وقت اچھا گزر گیا ہے اور صحت مند لڑکا پیدا ہوا ہے۔

الحمد للہ!

ان کے پہلے بچے پیدائش کے وقت ہی ضائع ہو جایا کرتے تھے

شفاخانہ رفیق حیات سیالکوٹ کے علاوہ اکسیر اٹھرا ربوہ میں دار الخیر جنرل سٹور غلہ منڈی اور افضل برادرز گولبازار ربوہ سے مل سکتی ہیں۔

سرمہ نور والوں کا

نورانی کاجل

آنکھوں کی خوبصورتی اور صفائی کیلئے بہترین تحفہ

ہمیشہ خریدتے وقت

شفاخانہ رفیق حیات رجسٹرڈ سیالکوٹ

کا لیبل ملاحظہ فرما لیا کریں

مینجر

عمارتی لکڑی

ہمارے ہاں عمارتی لکڑی دیار۔ کیل۔ پڑتل چیل کافی تعداد میں موجود ہے۔ ضرورت مند احباب ہمیں خدمت کا موقعہ دیکر مشکور فرماویں

۱۔ گلوب ٹمبر کارپوریشن ۲۵ نیو ٹمبر مارکیٹ لاہور فون ۶۲۶۱۸

۲۔ سٹار ٹمبر سٹور ۹۰ فیروزپور روڈ لاہور

۳۔ لائل پور ٹمبر سٹور اجباہ روڈ لائل پور فون ۳۸۰۸

دوائی فضل الٰہی اولاد نرینہ کی گولیاں جن کے استعمال سے لڑکا پیدا ہوگا۔ **دواخانہ خدمت خلق رجسٹرڈ ربوہ**

رشید اینڈ برادرز سیالکوٹ

کے

نئے ماڈل کے چولھے

اپنے شہر کے

ہر ڈیلر سے

طلب

فرماویں

بلحاظ اپنی

خوبصورتی مضبوطی

تیل کی بچت

اور

افراط حرارت دنیا بھر میں

بے مثال ہیں